﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ (آل عمران:74) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد21 | جمعۃ المبارک14/مارچ 2014ء | 13/جمادی الاوّل 1435 ہجری قمری ❁ 14/امان 1393 ہجری شمسی | شمارہ11

رحمت کا سلوک کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوتے وقت یہ دعا کرو۔ اے اللہ مَیں تیرے نام کے ساتھ سو رہا ہوں۔ اور تیرے نام کے ساتھ اٹھوں گا۔ اگر تُو نے میری روح قبض کر لی تو اس سے رحمت کا سلوک کرنا اور اگر تُو نے اسے واپس کیا تو اس کی اس طرح حفاظت کرنا جس طرح تُو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التعوذ عند المنام حدیث نمبر:5845)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوة والسلام﴾

جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقتِ اسلام اور غایتِ نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں۔

جس طرح حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ آئے تھے اسی طرح یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی ہی میں مسیح موعود آیا ہے۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ سلسلہ موسوی کے خاتم الخلفاء تھے اسی طرح ادھر بھی مسیح موعود خاتم الخلفاء ہوگا۔

ہمیں مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ ہے۔ اب ہر شخص کا جو خدا اور رسول سے پیار کرتا ہے اور اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتا ہے فرض ہے کہ اس معاملہ میں غور کرے کہ آیا ہم نے جو دعویٰ کیا ہے سچا ہے کہ جھوٹا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ خدائی نشان ہوتے ہیں۔

سوال کیا گیا کہ ہم اللہ اور اس کی کتاب قرآن شریف اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں اور نماز روزہ وغیرہ اعمال سبھی بجالاتے ہیں۔ پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں؟ فرمایا:

''دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور کتاب کو ماننے کا دعویٰ کر کے ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور ان احکام کو جو تزکیۂ نفس، ترکِ شر اور حصولِ خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آسکتا۔ اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقتِ اسلام اور غایتِ نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں۔ کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن شریف میں احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے اور اس کے نہ ماننے والے اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔ قرآن اور حدیث کے الفاظ میں فرق (جو کہ فرق نہیں بلکہ بالفاظ دیگر قرآنِ شریف کے الفاظ کی تفسیر ہے) صرف یہ ہے کہ قرآنِ شریف میں خلیفہ کا لفظ بولا گیا ہے اور حدیث میں اسی خلیفہ آخری کو مسیح موعودؑ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس قرآنِ شریف نے جس شخص کے مبعوث کرنے کے متعلق وعدے کا لفظ بولا ہے اور اس طرح سے اس شخص کی بعثت کو ایک رنگ کی عظمت عطا کی ہے وہ مسلمان کیسا ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں اس کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

خلفاء کے آنے کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک لمبا کیا ہے اور اسلام میں یہ ایک شرف اور خصوصیت ہے کہ اس کی تائید اور تجدید کے واسطے ہر صدی پر مجدّد آتے رہے اور آتے رہیں گے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ کَمَا کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے۔ شریعتِ موسوی کے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ تھے جیسا کہ خود وہ فرماتے ہیں کہ مَیں آخری اینٹ ہوں۔ اسی طرح شریعتِ محمدی میں بھی اس کی خدمت اور تجدید کے واسطے ہمیشہ خلفاء آئے اور قیامت تک آتے رہیں گے اور اس طرح سے آخری خلیفہ کا نام بلحاظ مشابہت اور بلحاظ مفوضہ خدمت کے مسیح موعود رکھا گیا۔

اور پھر یہی نہیں کہ معمولی طور سے اس کا ذکر ہی کر دیا ہو بلکہ اس کے آنے کے نشانات تفصیلاً کُل کتب سماوی میں بیان فرما دیئے ہیں۔ بائیبل میں، انجیل میں، احادیث میں اور خود قرآنِ شریف میں اس کی آمد کی نشانیاں دی گئی ہیں اور ساری قومیں یہودی، عیسائی اور مسلمان متفق طور سے اس کی آمد کے قائل اور منتظر ہیں اس کا انکار کر دینا کس طرح سے اسلام ہوسکتا ہے۔ اور پھر جبکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ اس کے واسطے آسمان پر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید میں نشان ظاہر کئے اور زمین پر بھی معجزات دکھائے۔ اس کی تائید کے واسطے طاعون آیا اور کسوف وخسوف اپنے مقررہ وقت پر بموجب پیشگوئی عین وقت پر ظاہر ہوگیا۔ تو کیا ایسا شخص جس کی تائید کے واسطے آسمان نشان ظاہر کرے اور زمین اَلْوَقْت کہے وہ کوئی معمولی شخص ہوسکتا ہے کہ اس کا ماننا اور نہ ماننا برابر ہو اور لوگ اسے نہ مان کر بھی مسلمان اور خدا کے پیارے بندے بنے رہیں؟ ہرگز نہیں۔

یاد رکھو کہ موعود کے آنے کی کل علامات پوری ہوگئی ہیں۔ طرح طرح کے مفاسد نے دنیا کو گندہ کر دیا ہے۔ خود مسلمان علماء اور اکثر اولیاء نے مسیح موعود کے آنے کا یہی زمانہ لکھا ہے کہ وہ چودھویں صدی میں آئے گا۔ حجج الکرامہ میں بھی اسی چودھویں صدی کے متعلق لکھا ہے اور کوئی بھی نہیں جو اس صدی سے آگے بڑھا ہو۔ تیرھویں صدی سے تو جانوروں نے بھی پناہ مانگی تھی اور لکھا ہے کہ اب چودھویں صدی مبارک ہوگی۔ اس قدر متفقہ شہادت کے بعد بھی جو کہ اولیاء اور اکثر علماء نے بیان کی اگر کوئی شبہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ قرآن شریف میں تدبّر کرے اور سورۃ النور کو غور سے مطالعہ کرے۔ دیکھو جس طرح حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد حضرت عیسیٰ آئے تھے اسی طرح یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی ہی میں مسیح موعود آیا ہے اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ سلسلہ موسوی کے خاتم الخلفاء تھے۔ اسی طرح ادھر بھی مسیح موعود خاتم الخلفاء ہوگا۔

اسلام اس وقت اس بیمار کی طرح تھا جس کی زندگی کا جام لبریز ہو چکا ہو۔ اسلام پر ظلم کیا گیا اور بڑی بے رحمی سے دشمن چاروں طرف سے اپنے پورے ہتھیاروں سے اس کو نیست و نابود کرنے کے واسطے مسلح و تیار ہو کر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اسلام اس وقت مُردہ ہو چکا تھا اور اندرونی اور بیرونی حملوں سے نیم جان۔ اسلام کی شمع کا اب آخری وقت تھا اور اس کی گردن پر بڑی بے رحمی سے چھری پھیری جارہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر:10) کس وقت کے لئے کیا گیا تھا؟ کیا ابھی کوئی اور مصیبت بھی رہ گئی تھی جو اسلام پر آنی باقی ہو؟ یاد رکھو حفاظت سے اوراق کی حفاظت ہی مراد نہیں بلکہ اس کی تشریح ایک حدیث میں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ قرآنِ شریف دنیا سے اٹھ جاوے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ لوگ قرآن کو پڑھتے ہوں گے تو اٹھ کیسے جاوے گا؟ فرمایا کہ مَیں تو تمہیں عقلمند خیال کرتا تھا مگر تم بڑے بیوقوف ہو۔ کیا عیسائی انجیل نہیں پڑھتے؟ اور کیا یہودی توریت نہیں پڑھتے؟ قرآن شریف کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ قرآن شریف کا علم اٹھ جاوے گا اور ہدایت دنیا سے نابود ہو جاوے گی۔ انوار اور اسرارِ قرآنیہ سے لوگ بے بہرہ ہو جاویں گے اور عمل کوئی نہ کرے گا۔ قرآن جس کے سکھانے کو آیا ہے لوگ اس راہ کو ترک کر دیں گے اور اپنی ہوا و ہوس کے پابند ہو جاویں گے۔ جب یہ حال ہوگا تو اَبنائے فارس میں سے ایک شخص آوے گا اور وہ دین کو از سرِ نَو واپس لائے گا اور دین کو اور قرآن کو از سرِ نَو تازہ کرے گا۔ قرآن کی کھوئی ہوئی عظمت اور بھولی ہوئی ہدایت اور ثریا پر چڑھ گیا ہوا ایمان دوبارہ دنیا میں پھیلاوے گا۔ لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِّنْ ھٰٓؤُلَآءِ (ای ابناء فارس)۔

غرض قرآن شریف سے اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس اُمّت میں آخری زمانہ میں ایک خلیفہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے اور اس کے علامات اور نشانات بھی بتا دیئے گئے ہیں۔ ہمیں مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ ہے۔ اب ہر شخص کا جو خدا اور رسول سے پیار کرتا ہے اور اپنے ایمان کو سلامت رکھنا چاہتا ہے فرض ہے کہ اس معاملہ میں غور کرے کہ آیا ہم نے جو دعویٰ کیا ہے سچا ہے کہ جھوٹا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کے ساتھ خدائی نشان ہوتے ہیں۔ صرف نرا زبانی دعویٰ قابل پذیرائی نہیں ہوتا۔'' (ملفوظات جلد5 صفحہ 551 تا553۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

World Crisis & the Pathway to Peace

کی وسیع پیمانہ پر تقسیم سے متعلق جماعت احمدیہ مالٹا کی مساعی

رپورٹ: لئیق احمد عاطف مبلغ سلسلہ وصدر جماعت احمدیہ مالٹا

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔''

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 24 جنوری 1936ء مطبوعہ الفضل 31 جنوری 1936ء صفحہ 9)

حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''یہ خلافت کی ہی نعمت ہے جو جماعت کی جان ہے اس لئے اگر زندگی چاہتے ہیں تو خلافت احمدیہ کے ساتھ اخلاص اور وفا کے ساتھ چمٹ جائیں، پوری طرح اس سے وابستہ ہو جائیں کہ آپ کی ہر ترقی کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ ایسے بن جائیں کہ خلیفۂ وقت کی رضا آپ کی رضا ہو جائے۔ خلیفہء وقت کے قدموں پر آپ کا قدم ہو اور خلیفۂ وقت کی خوشنودی آپ کا مطمح نظر ہو جائے۔''

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ اپریل 2004ء صفحہ 4)

برکاتِ خلافت کے نظارے جماعت احمدیہ ہر دن اور ہر لحہ مشاہدہ کر رہی ہے۔ خلافت کی برکات سے افریقہ کے رہنے والے احمدی بھی مستفیض ہو رہے ہیں اور امریکہ کے احمدی بھی، ایشیا کے احمدی بھی برکات خلافت کے نظارے دیکھ رہے ہیں اور یورپ کے احمدی بھی، بڑی جماعتیں بھی اور چھوٹی جماعتیں بھی برکات خلافت سے فیض یاب ہو رہی ہیں۔ مالٹا کی چھوٹی سی جماعت بھی ہر دن خدا تعالیٰ کے فضلوں اور خلافت کی برکات کا مشاہدہ کر رہی ہے۔

خلیفہ وقت جو بھی ارشاد فرماتے ہیں، جو بھی نئی سکیم پیش کرتے ہیں اور جس کام کے لئے بھی جماعت کو ہدایات سے نوازتے ہیں وہ یقیناً خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کو جذب کرنے اور اسلام احمدیت کی تبلیغ کے لئے نہایت موزوں اور کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ خلیفہ وقت جب بھی تبلیغ اسلام احمدیت کے لئے کسی نئی سکیم کا اعلان فرماتے ہیں تو وہ ہماری انسانی طاقتوں، کوششوں اور وسائل سے ہزاروں گنہ زیادہ مؤثر اور کارآمد ثابت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے اسلام احمدیت کا پیغام اس قدر وسیع پیمانے پر پھیلتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور دل یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل وکرم اور برکاتِ خلافت کا ہی ثمر ہے۔

گزشتہ سال جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دنیا میں امن وسلامتی کے قیام کے لئے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تجاویز پر مشتمل کتاب **"World Crisis and the Pathway to Peace"** جو کہ دنیا کے امن کے قیام کے لئے سنہری، قابل عمل اور پائیدار حل پیش کرتی ہے شائع ہوئی، اور حضور انور کی طرف سے اسے مختلف زبانوں میں تراجم کر کے شائع کرنے کا ارشاد موصول ہوا تو دنیا کی دوسری جماعتوں کی طرح جماعت احمدیہ مالٹا کو بھی خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کتاب کے مالٹی ترجمہ کی اشاعت کی توفیق ملی۔ ہماری چھوٹی سی جماعت کے لئے بظاہر یہ کام بہت مشکل دکھائی دے رہا تھا تاہم خدا تعالیٰ کے فضل اور حضور انور کی دعاؤں کی برکت سے یہ نہ صرف ممکن ہوا بلکہ نہایت کم وقت میں یہ کتاب شائع کرنے کی توفیق ملی۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

کتاب کی اشاعت کے بعد اس کی وسیع پیمانے پر تقسیم اور حضور انور کے پیغام کو مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں تک پہنچانے کے لئے ایک خصوصی پلان تیار کیا گیا اور حضور انور کی خدمت میں دعا کی درخواست ارسال کرنے کے بعد فوری طور پر ان سطور پر کام شروع کر دیا گیا اور نہایت کم وقت میں ملک کے طول وعرض میں مختلف ذرائع سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کی توفیق ملی ہے۔ اب تک اس کتاب کی تقسیم پر ہونے والے کام کی ایک مختصر رپورٹ دعا کی درخواست کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔

(1) اہم شخصیات کو کتاب کا تحفہ

مالٹا کی اہم ادبی، تعلیمی، فلاحی، سفارتی، مذہبی، سیاسی اور حکومتی شخصیات تک یہ پیغام پہنچانے کے لئے نمایاں کوشش کی گئی اور بعض اہم شخصیات کے ساتھ ملاقات کر کے اور بعض کو دوسرے ذرائع سے یہ کتاب پیش کرنے کا موقع ملا۔ ان ملاقاتوں کے توسط سے ان اعلیٰ شخصیات کو جماعت کا تعارف اور مقامی اور عالمی سطح پر جماعتی خدمات اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی امن کے قیام کی دیرینہ خواہش اور انتھک محنت اور عالمی سطح پر اس عظیم مقصد کو نہایت مؤثر رنگ میں پیش کرنے سے متعلق بریف کرنے کا موقع ملا۔

☆ صدر مملکت مالٹا کو کتاب کا تحفہ:

صدر مملکت مالٹا مکرم ومحترم Dr George Abela صاحب سے ان کے دفتر San Anton Palace میں ملاقات کی اور انہیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب پیش کرنے، اس کا تعارف کرانے، حضور انور کی قیام امن کے لئے عظیم الشان

صدر مملکت Dr. George Abela مالٹا

خدمات، جماعت کا تعارف اور خدمت انسانیت اور اسلام کی امن وسلامتی، مذہبی آزادی اور باہمی تعاون وہم آہنگی سے متعلق تعلیمات پیش کرنے کا موقع ملا۔

صدر مملکت کو یہ بھی بتانے کا موقع ملا کہ اسلام حقوق سے زیادہ فرائض پر توجہ دیتا ہے اور ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ **''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے''** اور جماعت احمدیہ **'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'** کے ماٹو پر عمل پیرا ہے۔ جس پر صدر مملکت بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس فلاسفی اور تعلیم کے ساتھ مکمل اتفاق کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ان اُصولوں پر عمل کرنے سے تمام انسانوں کے حقوق کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی برکت سے یہ ملاقات بہت کامیاب رہی اور 45 منٹ تک جاری رہی۔ صدر مملکت کہنے لگے میں جماعت کے کاموں سے متعارف ہوں اور آپ بہت اعلیٰ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

☆ سپیکر آف دی پارلیمنٹ کو کتاب کا تحفہ:

مؤرخہ 28 نومبر 2013ء کو Speaker of the Maltese Parliament عزت مآب Dr Anglu Farrugia صاحب کے ساتھ ان کے دفتر

سپیکر آف دی پارلیمنٹ Dr. Anglu Farrugia

میں ملاقات کرنے اور انہیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب World Crisis & Pathway to Peace کا مالٹی ترجمہ پیش کرنے کا موقع ملا۔ مکرم سپیکر صاحب نے امن کے قیام سے متعلق پیش کی جانے والی کتاب پر بڑا شکریہ ادا کیا نیز کہنے لگے کہ **مجھے یہاں پر اکثر مختلف ممالک کے سفراء اور سیاسی شخصیات سے ملنے کا موقع ملتا ہے مگر یہ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آج میں امن کے سفیر سے ملاقات کر رہا ہوں اور آج کی ملاقات قیام امن کے لئے کی جانے والی کوششوں پر بات کرنے کے لئے ہے اور مجھے اس پر بڑی خوشی ہے۔**

خاکسار نے انہیں کتاب کا تعارف کرایا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مختلف ممالک کے دورہ جات کے دوران قیام امن کے لئے کی جانے والی کوششوں سے متعلق بریف کیا۔ نیز بتایا کہ جماعت احمدیہ ایک نہایت امن پسند، ملکی قوانین کا احترام کرنے والی، بین المذاہب ہم آہنگی، مذہبی آزادی ورواداری اور خدمت انسانیت پر یقین رکھنے والی جماعت ہے۔

خاکسار نے ملاقات کے دوران مکرم سپیکر صاحب کو بتایا کہ اسلام حب الوطنی کا درس دیتا ہے اور جماعت احمدیہ حب الوطنی کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتی ہے۔ احمدی جس ملک میں رہتے ہیں اس کے ساتھ کامل وفاداری کا عہد کرتے ہیں اور اس ملک کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ نیز انہیں بتایا کہ سابق امریکی صدر John F. Kennedy کی پچاسویں برسی کے موقع پر ان کا ایک مشہور قول جو انہوں نے اپنی قوم سے خطاب میں کہا تھا خبروں میں پیش کیا جا رہا تھا کہ:

"Ask not what your country can do for you, ask what you can do for your country."

جس پر وہ کہنے لگے یہ بڑا مشہور قول ہے اور حقیقت میں قابل ستائش ہے۔ خاکسار نے بتایا کہ بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں 1400 سال قبل **''حب الوطنی ایمان کا حصہ ہے''** اور **''دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے''** جیسے سنہری اُصول دیئے تھے اور جماعت احمدیہ ان اُصولوں پر عمل پیرا ہے اور ملکی خدمت کو اپنا فرض سمجھتی ہے اور بحیثیت جماعت ہم کسی ملک سے مدد نہیں لیتے بلکہ ملک کی خدمت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

☆ منسٹر فار ہوم افیئرز و نیشنل سیکیورٹی:

مؤرخہ 16 جنوری 2014ء کو مالٹا کے ہوم اور نیشنل سیکورٹی کے وزیر مکرم Dr Emmanuel Mallia صاحب سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اور انہیں حضور انور کی کتاب کا مالٹی ترجمہ پیش کیا۔ وزیر موصوف نے کتاب اور اس کے پیغام کو بہت پسند کیا اور کہنے لگے مجھے یہ کتاب بہت اچھی لگی ہے اور میں اسے پڑھوں گا اور مجھے جماعت کی خدمات سے متعلق بہت یقین ہے کہ جماعت بہت اچھے کام کر رہی ہے۔ مزید کہنے لگے کہ **اس کتاب کا مضمون اور پیغام وقت کی اہم ضرورت ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ کتاب دستخط کر کے مجھے dedicate کریں تا کہ میں اسے اپنے پاس محفوظ رکھوں۔ مزید کہنے لگے کہ اسے مختلف زبانوں میں تراجم کر کے مختلف ممالک میں ارسال کی جانی چاہیئے۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ کتاب مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہے جس پر وہ بہت خوش ہوئے کہ یہ پیغام اقوامِ عالم تک پہنچ رہا ہے۔**

☆ آرچ بشپ آف مالٹا کو کتاب کا تحفہ:

مالٹا میں رومن کیتھولک چرچ کے آرچ بشپ مکرم Paul Cremona صاحب کے ساتھ ملاقات کر کے انہیں بھی اس کتاب کے چند نسخے پیش کئے گئے۔ کہنے لگے وہ ایک کتاب اپنے پاس رکھیں گے اور باقی نسخے چرچ کے اہم افراد کو مطالعہ کے لئے دیں گے مزید کہنے لگے یہ کتاب تمام سیاستدانوں کو بھی دیں۔

☆ پارلیمانی سیکرٹری برائے انصاف:

ممبر آف پارلیمنٹ اور پارلیمانی سیکرٹری برائے انصاف مکرم Owen Bonnici صاحب کو جو جماعت کے بڑے اچھے دوست ہیں مل کر یہ کتاب پیش کی اور انہیں

Owen Bonnici پارلیمانی سیکرٹری برائے انصاف

بتایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ امن کا قیام انصاف کے قیام کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

☆ منسٹر فار سوشل ڈائیلاگ اور Civil Liberties:

منسٹر فار سوشل ڈائیلاگ اور Civil Liberties مکرمہ ہیلنا دالی (Helena Dalli) صاحبہ کے ساتھ ملاقات کی اور انہیں کتاب پیش کی اور کتاب کے حوالہ سے بات کرنے کا موقع ملا۔ اس طرح ملکی حالات اور

باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصالِحُ العَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر289

مکرم عبدالعزیز جمودی صاحب

مکرم عبدالعزیز جمودی صاحب کا تعلق مراکش سے ہے ۔ ان کا جماعت سے تعارف پروگرام ’’لقاء مع العرب‘‘ کے ذریعہ ہوا۔ پھر مختلف مراحل سے گزر کر 2003ء میں بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ وہ اپنے اس سفر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میری پیدائش 1968ء میں مراکش کے شہر طنجہ میں ہوئی۔ میرا تعلق ایک سادہ اور غریب گھرانے سے ہے جس کے افراد کو مالی حالات کی وجہ سے زیادہ پڑھنے لکھنے کی بھی توفیق نہ ملی۔

قبول احمدیت سے قبل میں ایک روایتی مسلمان تھا۔ عقائد کے لحاظ سے سُنّی اور فقہی لحاظ سے اہل مراکش کی اکثریت کی طرح مالکی فقہ کا پیروکار تھا۔ میں بھی روایتی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی نزول اور ان سے قبل امام مہدی کے ظہور کا قائل تھا۔ مجھے ان دونوں شخصیات سے متعلق پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر تو مکمل یقین تھا تاہم ان کی حقیقت کے بارہ میں کبھی نہ سوچا تھا کیونکہ میرا خیال تھا کہ ایسے امور کے بارہ میں سوچنا ہم جیسے کم علم اور سادہ لوح عوام کا کام نہیں ہے بلکہ یہ کام مولویوں اور بڑے بڑے علماء کا ہے۔ لہٰذا اگر ان میں سے کوئی بات بظاہر خلافِ عقل ومنطق بھی دکھائی دیتی تب بھی ہم اس کے بارہ میں سوچے سمجھے بغیر ہی گزر جاتے تھے کیونکہ مولویوں نے دو باتیں ہمارے ذہنوں میں بڑی اچھی طرح بٹھا دی تھیں، ایک یہ کہ اگر کوئی بات ہمیں سمجھ نہیں آتی تو یاد رکھیں کہ إِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْیءٍ قَدِیْرٌ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ دین کی باتیں محض عقل سے نہیں سمجھی جاسکتیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پاؤں کے اوپر مسح کرنے کی بجائے اس کے نچلے حصہ کا مسح کرنے کا حکم ہوتا۔

ان وجوہات کی بناء پر ہم اکثر مشکل مسائل سے آنکھ چرا لیتے تھے، اور اگر کبھی ان سے واسطہ بھی پڑتا تھا تو انہیں حوالہ بخدا کر دیتے یا اہلِ علم یعنی مولویوں کے فتاویٰ اور آراء کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے۔

ان حالات میں قبولِ احمدیت کا مرحلہ بظاہر ناممکن دکھائی دیتا ہے لیکن چونکہ ہدایت دینے والی تو خدا کی ذات پاک ہے اس لئے وہ جس کو ہدایت دینا چاہتی ہے اس کے مناسبِ حال راستے بھی دکھا دیتی ہے۔

جماعت سے تعارف

میرا جماعت احمدیہ سے تعارف 1996ء میں مشہور ومعروف پروگرام ’’لقاء مع العرب‘‘ کے ذریعہ سے ہوا۔ شروع شروع میں میں نے اس پروگرام کے دوران ٹی وی سکرین پر جب یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی: اَلْخلِیْفَۃُ الرَّابِعُ لِلْإِمَامِ الْمَھْدِیِّ وَالْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ تو یہ پڑھ کر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا کیونکہ اس طرح کے القاب کی حامل شخصیت کو نہ تو میں نے کسی ٹی وی چینل پر دیکھا، نہ کبھی ایسے شخص کے بارہ میں کسی کتاب میں پڑھا تھا۔ جب مَیں نے یہ پروگرام باقاعدگی کے ساتھ دیکھنا شروع کیا تو پروگرام کی مرکزی شخصیت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ کی نیکی، تقویٰ، باوقار چہرہ، گہرے علم اور عارفانہ گفتگو نے جادو کا سا اثر کیا۔ آپ کی بے ساختگی، تواضع وخاکساری اور بات کرتے وقت چہرے کی مسکراہٹ دیکھ کر مجھے ہمیشہ یہی احساس ہوتا تھا کہ یہ شخص جو بھی عقائدی یا تفسیری تشریحات پیش کر رہا ہے اس کی صداقت اور صحت کے بارہ میں پُر یقین ہے۔

مَیں ’’لقاء مع العرب‘‘ دیکھتا اور وہاں بیان کئے جانے والے امور اور عقائد کا اپنے موروثی عقائد کے ساتھ موازنہ کرتا۔ میری اسی عادت نے ہر مسئلہ کے بارہ میں حق تک پہنچنے کی راہ ہموار کر دی۔ مَیں دو سال اس پروگرام کو دیکھنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچا تھا کہ اب مجھے اس جماعت کی صداقت کے بارہ میں تحقیق کرنی چاہئے۔

تحقیق کا فیصلہ

میں نے سنجیدگی کے ساتھ تحقیق کا عمل شروع کیا اور سب سے پہلے جس مسئلے کے بارہ میں تحقیق شروع کی وہ حیات ووفات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ تھا۔ میں نے لقاء مع العرب میں اس کی تشریح سنی تو روایتی عقیدہ کی خستگی کا احساس ہوا۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے اپنے سامنے کی میز سے قلم اٹھا کر فرماتے تھے کہ مَیں نے اس قلم کا اپنی طرف رفع کیا ہے۔ یوں آپ مسکراتے ہوئے کئی مفاہیم بیان فرما جاتے تھے، مثلاً یہ کہ مسیح کے رفع کی صورت میں یہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ تو موجود ہے اور کسی جگہ موجود نہیں۔ کیونکہ اگر وہ مسیح کے ساتھ ہوتا تو اسے اپنی طرف اٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر مسیح کے ساتھ تھا تو پھر اس کا اپنی طرف رفع کرنے کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ یہ دلائل روایتی عقیدہ کی کمزوری ثابت کرنے کے لئے کافی تھے۔

پھر میں نے نعماء جنت کے بارہ میں تحقیق شروع کی تو جَنَّاتٍ تَجْرِی مِن تَحْتِھا الْأَنْھَار کی احمدی تفسیر اس سلسلہ میں فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ ہم روایتی تفاسیر میں اس سے نہ جانے کیا کیا مراد لیتے تھے لیکن حضور رحمہ اللہ کی تشریح میں وہ حلاوت، روحانیت اور عرفان تھا کہ جس نے میرے ضمیر کو جھنجوڑا اور مَیں بے ساختہ کہہ اٹھا کہ ایسے معارف کو لانے والا کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کتابِ مکنون ہے اور لَا یَمَسُّہٗ إِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ کا مصداق ہے اس کے معارف ایسے شخص کو نہیں مل سکتے جو جھوٹا مدعیٔ نبوت ہو۔ اس کے بعد جس مسئلہ پر بھی غور کیا اسے فطرت کے عین مطابق اور عقل ومنطق سے ہم آہنگ پایا۔ احمدی مفاہیم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ مسائل جن کو عامۃ المسلمین نے جہالت سے نہایت پیچیدہ بنا دیا ہے انہیں جماعت احمدیہ نے ان کی حقیقی شکل میں پیش کیا جو نہایت سادہ، آسان اور قابلِ عمل ہے، اور اب ایسے عقائد کو قابلِ فخر طریق پر اپنایا اور بیان کیا جاسکتا ہے۔

پھر ایم ٹی اے پر اسلامی مفاہیم اور مختلف امور کی تفسیر کے تقابلی جائزہ پر مشتمل پروگرام دیکھے تو میرے تمام سوالوں کے جواب ملتے گئے۔

تبلیغِ احمدیت اور بیعت

اب مَیں نے اپنی تحقیق کا دائرہ وسیع کرنے کے خیال سے اپنے حلقۂ احباب میں ان مفاہیم کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ جماعت احمدیہ کے دلائل بیان کرتے ہوئے مَیں نے محسوس کیا کہ میرے ساتھ بحث کرنے والے لاجواب ہو کر رہ جاتے تھے اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ سوچے سمجھے بغیر اپنے موروثی عقائد کا روایتی جوش سے دفاع کرنے کی کوشش کرتے تھے جبکہ ان کے بالمقابل قاطع دلائل تھے جن کے ردّ کرنے کے لئے ان کے پاس ایک جملہ نہ تھا۔ اگر وہ عقل وفکر کو استعمال کرتے اور تدبّر سے کام لیتے تو ہر بات سمجھ سکتے تھے۔ لیکن ان کی روش ہلاکت کی راہ اختیار کرنے والی قوموں کی روش ہے۔ جیسا کہ ایسے لوگوں کی زبانی قرآن کریم میں آیا ہے کہ لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (الملک:11) یعنی وہ کہیں گے اگر ہم (غور سے) سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم آگ میں پڑنے والوں میں شامل نہ ہوتے۔

اس کے بعد میرا رابطہ جماعت احمدیہ مراکش کے مکرم جمال اغزول صاحب سے ہو گیا۔ ان کے ساتھ مختلف مسائل کے بارہ میں تفصیلی گفتگو کا سلسلہ ایک لمبے عرصہ تک چلتا رہا، تا آنکہ میں نے ہر طرح سے اطمینان کر لینے کے بعد 2003ء میں بیعت کر لی۔

طریقِ تبلیغ اور میرے سوالات

بیعت کے بعد مَیں نے اپنا فرض سمجھ کر اس صحیح اسلام کی طرف دیگر مسلمانوں کو بھی بلانا شروع کر دیا۔ مَیں نے دیکھا کہ بسا اوقات ڈائریکٹ بات شروع کریں تو لوگ احمدیت کے بارہ میں سننے سے انکار کر دیتے ہیں، لہٰذا میں نے چند سوالات تیار کئے اور لوگوں سے عقل وفکر کی روشنی میں ان کے جواب دینے کی درخواست کرنے لگا۔ ان میں سے چند سوالات یہ ہیں:

......☆ قرآن کریم انسانوں کے لئے ہدایت بن کر نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس میں انسانوں کے بارہ میں مثالیں بھی مذکور ہیں، ان کے لئے جنتوں کے وعدے بھی ہیں اور نیکیوں میں سبقت لے جانے کی بھی تعلیم ہے۔ اب اگر جنّ بھی انسانوں کی طرح کوئی مکلّف مخلوق ہیں اور وہ بھی قرآنِ کریم کے مخاطب ہیں تو پھر جنّوں کی ہدایت کے لئے ان کی الگ مثالیں، ان کے لئے جنّتوں کے علیحدہ وعدے اور نیک اعمال پر ابھارنے کی تعلیم قرآن کریم میں کیوں موجود نہیں ہے؟

......☆ اگر واقعۃً حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کا تخت ظاہری طور پر لانے کا ارشاد فرمایا تھا اور وہی تخت لا کر ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، تو کیا اسے چوری یا ڈاکہ کی کارروائی نہیں قرار دیا جائے گا؟ اور کیا ایسا فعل کسی نبی کو زیب دیتا ہے کہ وہ اپنی شان وشوکت دکھانے کے لئے زبردستی لوگوں کی دولتیں چھین لے؟

......☆ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْیءٍ رَحْمَۃً وَعِلْمًا، نیز فرمایا رَحْمَتِی وَسِعَتْ کُلَّ شَیْیءٍ۔ اگر خدا تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے تو پھر جہنم پر یہ رحمت کیسے حاوی ہوگی؟ (اس سوال سے میرا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ خدا کی رحمت کے ہر چیز پر حاوی ہونے کا منطقی نتیجہ یہ بنتا ہے کہ جہنم دائمی نہیں ہے۔)

......☆ اگر سمندر واقعۃً موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے کی وجہ سے درمیان سے پھٹ گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم اس کے درمیان میں بننے والے راستے سے گزر گئے تھے تو کیا فرعون اور اس کے ساتھی ایسے جاہل تھے کہ اتنی سی بات بھی نہ سمجھ سکے کہ موسیٰ کے ایک اشارے سے پھٹنے والا سمندر ایک اور اشارے سے دوبارہ تلاطم خیز موجوں میں تبدیل ہوسکتا ہے اور وہ سب ہلاک ہوسکتے ہیں؟ (اس سوال سے لوگ مدوجزر کے نتیجے میں بننے والے سمندری راستوں کی حقیقت کو سمجھنے کے قریب ہو جاتے ہیں۔)

الغرض میں نے ایسے سوالات کی ایک لمبی لسٹ تیار کی ہوئی تھی۔ اور الحمدللہ کہ یہ سوالات لوگوں کے ساتھ میری گفتگو میں خاصے نتیجہ خیز ثابت ہوئے۔

ائمۂ مساجد اور ان کے فتاویٰ

میری گفتگو کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا حتی کہ بعض آئمۂ مساجد کے ساتھ بھی میری بات ہوئی جس کے نتیجہ میں مجھے پتہ چلا کہ جماعت کے خلاف ان کے ہاتھ میں سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں ہے، اور وہ جہالت اور تعصب کی راہ سے جماعت کے خلاف فتاویٰ صادر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی بھی ایک مثال بطور نمونہ پیش ہے۔

ایک روز میرے بعض دوستوں نے کہا کہ ہمیں تو دینی علوم سے اتنی واقفیت نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم آپ کی بظاہر درست معلوم ہونے والی بات کا بھی اقرار کرنے سے قاصر ہیں لہٰذا آپ ہمارے ساتھ علاقے کی مسجد کے امام کے پاس چلیں تا کہ اس کے سامنے بات ہو اور حقیقت واضح ہو جائے۔ لہٰذا میں اپنے دوستوں کے ہمراہ امام مسجد کے پاس جا پہنچا۔ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ مجھے جماعت احمدیہ کی تکفیر کی کوئی ایک دلیل دے دیں۔ مولوی صاحب اس بات پر تبصرہ کرنے سے کتراتے رہے۔ بالآخر انہوں نے کہا کہ ہم کسی کو کافر قرار نہیں دیتے۔ میں نے اس کے اس انصاف پسندانہ مؤقف کی تعریف کرنے کے بعد دیگر مسائل پر بات شروع کی۔ مَیں جب بھی کوئی اہم سوال اور بنیادی نقطہ اس کے سامنے رکھتا تو وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے بات کا رخ کسی اور موضوع کی طرف موڑ لیتا۔ مسلسل ایسا کرنے کی وجہ سے ہماری گفتگو کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکی۔

ایک ہفتہ کے بعد جمعہ کی نماز کے وقت مَیں اس مسجد کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اسی مولوی کی آواز سنائی دی وہ ببانگ دہل جماعت احمدیہ کا ذکر کر کے لوگوں کو اس سے دُور رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔ وہ شخص جس نے میرے سامنے یہ کہا تھا کہ ہم کسی کو کافر قرار نہیں دیتے آج لاؤڈ سپیکر پر علی الاعلان جماعت احمدیہ کے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دے رہا تھا۔ اور افسوس کہ کم علم اور سادہ لوح مسلمان بلادلیل کے بھی ایسے مولویوں کے فتاویٰ کو مانتے جاتے ہیں۔

آخر پر یہی کہتا ہوں کہ قبول احمدیت کے بعد مجھے میری روحانی جنت مل گئی ہے۔ خلیفہ وقت کو جب دیکھتا ہوں تو مجھے ایسے لگتا ہے جیسے وہ میرے قریبی رشتہ داروں سے بھی قریب ترین کوئی شخص ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضور انور کو سلامت رکھے اور آپ کی تائید ونصرت فرمائے اور تبلیغ اسلام کی مہمات میں غیر معمولی کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے آمین۔

(باقی آئندہ)

قرآن کو دستور العمل بناؤ۔ دین کو دنیا پر مقدم کرو

{ایام جلسہ میں دوسری تقریر فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ
26/دسمبر 1912ء بعد نماز ظہر}

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(اس موقع پر کسی شخص نے ایک کارڈ پر پنسل سے یہ الفاظ لکھے ہوئے آپ کے سامنے پیش کئے۔ ''کچھ لوگوں کا منشاء ہے کہ آپ کچھ قرآن پڑھیں'' اس تحریر پر کسی کا نام نہ تھا اور چونکہ دست بدست کئی واسطوں سے پہنچی۔ اس لئے فرمائش کنندہ کا حال معلوم نہ ہوا کہ کون تھے۔ وہ کارڈ اس وقت موجود ہے)

کوئی مجھے کہتا ہے کہ تم قرآن شریف سناؤ۔ قرآن شریف سنانا اور خوش آوازی سے پڑھنا تو جوانوں اور قاریوں کا کام ہے۔ میں جو کچھ سناتا ہوں دردمند دل لے کر سناتا ہوں۔ میں ایک درد دل رکھتا ہوں مجھ کو کن رس باتوں سے دلچسپی نہیں۔ دل رس باتوں سے دلچسپی ہے۔ مگر قدرت کی بات ہے کہ اس وقت جو منشاء ظاہر کرنا تھا اس میں بھی تلاوت کا ہی لفظ آتا ہے۔ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ۔ وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ۔ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ وَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ۔ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۔ وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ اَ وَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ (العنکبوت:46تا52)

کل کی تقریر پر ہی میں بقیہ بیان کرنا چاہتا تھا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی۔ فہم، فراست، وقت، زبان، صحت عطا ہوئی تو میں اس حصہ کے پورا کرنے کا اب بھی ارادہ رکھتا ہوں لیکن اس وقت کسی نے کہا قرآن پڑھ کر سناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توفیق دی اور کہا۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ میری کتاب پڑھ دو۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب ایسی ہے لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ۔ (حٰم السجدۃ:43) نہ آئندہ اس کو کوئی چیز باطل کرنے والی پیدا ہوگی نہ پہلے کوئی ایسی چیز پیدا ہوئی ہے جس سے یہ باطل ہوتی ہو۔ ایسی کتاب کے پڑھنے میں ہم کو کوئی شرم نہیں آتی۔ جو مذہب ہم نے پیش کیا ہے اس کے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوسکتا۔ میرے دل میں کامل ایمان اور یقین سے یہ بات ہے کہ اس کتاب کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر مجھے ایمان اور اس پر کامل محبت ہے اور اس کے کسی ایک حرف پر بھی مجھ کو کبھی اعتراض ہوا ہی نہیں۔ محبوب کی ساری کی ساری ہی ادائیں دلربا ہوتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

قرآن کریم میں جہاں دیکھتے ہیں دلربا بات موجود ہے میں نے اس کتاب کے سمجھنے میں دھوکا نہیں کھایا میں نے اس کے سمجھنے میں جلد بازی نہیں کی۔ میں نے قرآن کریم سے محبت کرنے میں عاقبت اندیشیوں سے کام لیا ہے۔ ایک سہل بات بتاتا ہوں اس کتاب پر عمل کر کے صحابہ کرامؓ دنیا میں کیسے عظیم الشان ہوئے۔ صحابہؓ نے اس پاک کتاب کی اتباع سے دنیا میں زلزلہ ڈال دیا۔ بڑے بڑے بہادر سورما ان کے سامنے کس طرح ذلیل ہوتے تھے یہ نتیجہ اسی بات کا تھا کہ وہ اس کتاب پر عملدرآمد کرتے تھے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ہزاروں غوث بن گئے قطب، ولی بن گئے۔ اس کتاب کی طفیل لوگوں نے خدائے تعالیٰ سے باتیں کیں اور خدا تعالیٰ نے ان سے کیں۔ یہ کہنا کہ ہم سائنس پڑھیں تب اس سے نفع اٹھائیں غلط بات ہے۔ تم جانتے ہو وہ غوث، قطب، نبی، ولی جو کروڑوں مخلوق کے ہادی بنے کیا وہ سائنس پڑھ کر بنے۔ سائنس والے آج ایک بات پر زور دیتے ہیں، دوسرے دن اسی کو جھوٹ ٹھہرا دیتے ہیں۔ ایک یقین پر کبھی ٹھہرتے ہی نہیں۔ پُرانے لوگ کہتے ہیں زمین ساکن ہے آسمان متحرک ہے۔ اب کہتے ہیں آسمان ساکن ہے زمین متحرک ہے۔ یہ ان کا حال ہے بڑا مسئلہ ان کے نزدیک مادہ کا تھا۔ مادہ کی حقیقت بیان کرنے میں اگلے پچھلے سب حیران ہیں کہ وہ ہے کیا؟ اسی واسطے اس قوم کی کوئی جماعت دنیا میں قائم نہیں ہوئی۔ پھر خشیۃ اللّٰہ کا حصہ پاک عادات کا حصہ، خدائے تعالیٰ سے مکالمہ کا حصہ۔ خدائے تعالیٰ کی جناب میں دعاؤں کی قبولیت کا حصہ ان کو نصیب ہی نہیں ہوا۔ اس کتاب یعنی قرآن کریم کو ماننے والے کئی گروہ ہوسکتے ہیں۔ ایک عامی لوگ اگر اس کو مانیں اور اس پر عامل ہوں تو مکالمہ الٰہی سے مشرف ہوسکتے ہیں۔ سچی خوابیں آتی ہیں، فرشتے باتیں کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس بات کو نہ پہنچا ہو تو کم سے کم اس کی نسبت یہ تو ضرور کہا جاتا ہے کہ یہ نیک آدمی ہے، خدا پرست آدمی ہے یہ دغا باز آدمی نہیں، یہ بدمعاش آدمی نہیں، یہ قابل اعتماد انسان ہے جو جھوٹ نہیں بولے گا، فریب نہیں کرے گا، دنیا کو دین پر مقدم نہیں کرے گا، کوئی جعلسازی نہ کرے گا، کسی کا حق نہیں رکھے گا۔ تو ایسی کوئی قوم نہیں کہ اس کو کہے کہ یہ بُرا آدمی ہے۔ پس قرآن کا عمل ہر شخص کے لئے بڑا دلربا ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جو صرف ونحو اور اس کی فصاحت و بلاغت کی طرف متوجہ ہیں۔ کوئی معانی و بیان وبدیع کی طرف متوجہ ہے۔ یہ تو دنیا میں اعلیٰ ترین مخلوق ہوئی۔ ایک وہ ہیں کہ ان کی فراست اور ان کے عملدرآمد کے قانون کے لئے قرآن کریم کافی کتاب ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے یہ میری کتاب ہے پڑھ کر سنا دو۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اس کتاب سے نفع وہ اٹھاتے ہیں جو نماز کو بڑا مضبوط کرتے ہیں۔ نماز تمام بے حیائیوں سے روک لیتی ہے جو شخص سارے جہاں کو چھوڑ کر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحۃ:5) کہے گا وہ قانون الٰہی کی خلاف ورزی کب کر سکے گا۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: جاپانیوں کی مذہبی زندگی پر ایک نظر

از صفحہ 16

''جاپانیوں کو عمدہ مذہب کی تلاش ہے۔ چاہیے کہ اس جماعت میں سے چند آدمی اس کام کے لیے تیار کیے جائیں جو لیاقت اور جرأت والے ہوں اور تقریر کرنے کا مادہ رکھتے ہوں'' (بدر 24 اگست 1905ء)

اسی طرح آپ نے جاپانی زبان میں ایک ایسی کتاب کی اشاعت کی خواہش ظاہر فرمائی جو جامع رنگ میں اسلامی تعلیم کی خوبیوں پر مشتمل ہو۔ اس بارہ میں آپ نے فرمایا کہ:

''کسی فصیح و بلیغ جاپانی کو ایک ہزار روپیہ دے کر اس کا ترجمہ کروایا جائے اور پھر اس کا دس ہزار نسخہ چھاپ کر جاپانیوں میں شائع کر دیا جائے'' (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ 20، 22)

حضرت مصلح موعودؓ نے جاپانی قوم کو تبلیغ اسلام کے لیے ایک بہترین اصول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

''نیک عمل نیک قول سے بہتر ہے اور عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے بہتر ہے اور نیک ارادہ ان دونوں امور میں انسان کا ممد ہوتا ہے۔''

(جاپان کے پہلے مبلغ مولوی عبدالغفور صاحب کو حضور کی نصائح)

اسی طرح تبلیغی میدان میں کامیابی کا ایک اور گُر بتاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''تبلیغ میں سادگی ہو۔ اسلام ایک سادہ مذہب ہے خوامخواہ فلسفوں میں نہیں الجھنا چاہیے۔''

(جاپان کے پہلے مبلغ مولوی عبدالغفور صاحب کو حضور کی نصائح)

جاپان کی مذہبی تاریخ کے مطالعہ سے ایک بات سامنے آتی ہے کہ جاپانی لوگ بیرون مذاہب اور خصوصًا الہامی مذاہب کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ کیونکہ شنتو ازم کا بنیادی فلسفہ اس عقیدہ سے ٹکراتا ہے اور شنتو ازم جاپانی قوم کی زندگی میں بہت گہرائی تک پہنچا ہوا فلسفہ ہے، جو بدھ ازم اور کنفیوشس ازم کی آمد اور اثرات کے باوجود بھی نکل نہیں سکا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ فطرتًا جاپانی قوم ایک عمدہ مذہب کی تلاش میں ہے اور اگر کوئی مذہب عمدگی کے ساتھ ان کے سامنے پیش کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ قوم اسے قبول نہ کرے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نہایت گہرے علوم پر مشتمل خزانہ ہے، اگر ایسی عظیم الشان کتاب کو مختصر تفسیری شکل میں اس قوم کے سامنے پیش کیا جاسکے کہ جس کے نتیجہ میں اس قوم کے سامنے اسلام کی ایک مکمل تصویر کا نقشہ آتا ہو تو یقینًا یہ اسلام کے قبول کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے۔

جب اسلام کی تعلیم پیش کرنی ہے تو جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے جرأت سے اور اس یقین سے پیش کی جائے کہ یہی ایک سچا اور حقیقی فلسفہ اور زندگی گذارنے کا راستہ ہے اور تقریر کا انداز مؤثر ہو تو یقینًا جاپانی قوم ایسی تعلیم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہمارا عام طور پر یہی مشاہدہ ہے کہ جاپانی لوگ بہت جلد کسی بات سے متاثر ہو جاتے ہیں اور توجہ سے سننا ان کی ایک قومی خوبی کی طرح ہے۔

تبلیغ اور پیغام پہنچانے کا سب سے مؤثر ہتھیار اعلیٰ اخلاق ہیں اور اسی بات کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے توجہ دلائی ہے کہ ایسی تقاریر بے فائدہ ہوں گی جو عمل سے خالی ہوں۔ کیونکہ یہ قوم عمل اور محنت پر یقین رکھنے والی قوم ہے۔ اور ایسے اسلام کی طرف رغبت نہیں دکھا سکتی جس کے ماننے والے سستی اور کاہلی کا شکار ہوں، درمیانی راستہ سے کامیابی تلاش کرنے والے ہوں اور محنت کے عادی نہ ہوں۔ اس لیے اعلیٰ اخلاق جسے حضور نے عملی تبلیغ قرار دیا ہے اس قوم کو متاثر کرنے اور اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ قوم ایک نمونہ کی محتاج ہے۔ جاپانیوں کی تاریخ میں ایسے کسی مذہبی مصلح یا راہنما کا تصور موجود نہیں جو نبی ہو یا انبیاء کی طرح تعلیم دیتا ہو۔ جن مذہبی بزرگوں نے جاپانیوں کو اخلاقی تعلیم سکھائی ہے انہیں آج بھی بہت اچھے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک شاندار اصول حضور نے یہ پیش فرمایا ہے کہ اسلام کی تعلیم اور پیغام کو مکمل اور جامع کرنے کے خیال سے خوامخواہ کے فلسفوں میں نہ الجھا جائے۔ بلکہ آسان اور سادہ رنگ میں دینی خوبیاں ان لوگوں تک پہنچائی جائیں اور تبلیغ میں سادگی ہو۔ پس یہ بھی ایک ایسا طریق ہے جو تبلیغی میدان میں کامیابی کا اصول بن سکتا ہے۔

2007ء میں جاپان کے مقبول ترین اور دنیا کے سب سے کثیر الاشاعت اخبار 'ڈیلی یومی اوری' Daily Yomiuri نے ایک جائزہ شائع کیا جس میں خوشگوار زندگی کے لئے مذہب کی ضرورت کے بارہ میں سوال کیا گیا تھا تو 35% لوگوں نے ہاں جب کے باقیوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاپانیوں کی اکثریت مذہب اور مذہبی تعلیم سے لاعلم ہے جس وجہ سے ان کا فوری جواب نفی میں ملا۔ کیونکہ انہی اخبارات کے جائزہ بتاتے ہیں باوجود معاشی خواشحالی کہ جاپانی نہ خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں نہ ذہنی طور پر مطمئن ہیں۔ جس کی ایک مثال جاپان میں بڑھتا ہوا خودکشی کا رجحان ہے۔ سالانہ 30 ہزار خودکشی کرنے والے جاپانی اس بات کے گواہ ہیں کہ 30 ہزار سے زیادہ جاپانی گھرانے کرب اور اذیت میں اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ مذہب کو ماننے والے ممالک میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

پس جاپانی لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچانا یقینًا ایک مشکل کام ہے، خاص طور پر ان حالات میں جب ہزاروں عیسائی پادری اور چرچز کروڑوں روپے خرچ کرنے کے باوجود اپنی کوششوں کو ضائع خیال کر رہے ہیں، بدھ ازم قبول کرنے کے باوجود شنتو کے اثرات جاپانی مزاج سے نہیں نکل سکے۔ اور جہاں اسلام جلد ہی چین اور انڈونیشا کے لوگوں نے قبول کر لیا وہاں اس کو جاپان میں داخلہ کے لیے انیسویں صدی تک انتظار کرنا پڑا اور عیسائیت نے بھی سخت جدوجہد کی حتی کہ بہت سارے عیسائی ان کوششوں کے نتیجہ میں جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور انہیں عیسائی تاریخ اپنے مقدس شہداء کے نام سے یاد کرتی ہے۔

ہمیں اس یقین اور عزم کے ساتھ تبلیغ اسلام کی کوششوں کو جاری رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں عزم اور حوصلہ سے نوازا ہے کہ اگر اسلامی تعلیم کو جامع رنگ میں اور جاپانی زبان میں صحیح شکل میں ان لوگوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تو یقینًا تبلیغ اسلام کے لیے حائل تمام روکیں دور ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ

❁❁❁❁❁

خطبہ جمعہ

یوم مصلح موعود کے تعلق میں پیشگوئی مصلح موعود اور ’علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا‘ کے حوالہ سے حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان کارناموں کا مختصر تذکرہ۔

حضرت مصلح موعودؓ کے علم و فضل سے متعلق غیروں کے اعتراف۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے فرزند مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کی وفات۔ مرحوم کا ذکرِ خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 21 فروری 2014ء بمطابق 21 تبلیغ 1393 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

کل یعنی گزشتہ کل 20 رفروری کا دن گزرا ہے۔ یہ دن جماعت میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے حوالے سے خاص اہمیت کا حامل ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی جو نیک، صالح اور بہت سی صفات کا حامل ہونا تھا۔ گزشتہ جمعہ کو بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے نشانات کے حوالے سے ذکر کیا تھا، آج بھی میں نے یہی مناسب سمجھا کہ 20 رفروری کے قریب کا جمعہ ہے اس وجہ سے اس پیشگوئی کا ذکر کروں جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے ایک عظیم الشان نشان قرار دیا ہے۔ معترضین کے جواب میں آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ تم اعتراض تو کرتے ہو لیکن یہ بشری طاقتوں سے بالاتر ہے کہ ایسی پیشگوئی کی جائے۔ اور صرف بیٹا ہونے کی پیشگوئی نہیں کی جا رہی بلکہ ایسی صفات کا حامل بیٹا ہونے کی (پیشگوئی کی جا رہی ہے) جو لمبی عمر پانے والا بھی ہو گا اور جو آپ کی زندگی میں پیدا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس اعلان کو گہری اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو اس کے نشانِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے معترضین کو فرمایا کہ اگر شک ہو تو اس قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو، پیش کرو۔

فرمایا: اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے۔ اور جیسا کہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سب پر ثابت کرنا تھا۔ یہاں بھی آپ اس پیشگوئی اور نشان کو پیش فرما کر یہ نہیں فرما رہے کہ یہ میری صداقت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ فرمایا کہ اس نشانِ آسمانی کو خدائے کریم جل شانہٗ نے ہمارے نبی کریم، رؤوف الرحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور فرمایا اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ اولیٰ واکمل وافضل واتم ہے۔ آپ نے وضاحت فرمائی کہ مردہ زندہ کرنا تو صرف اتنا ہی ہے کہ ایک روح تھوڑے عرصے کے لئے واپس منگوا لی، جیسا کہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا بعض انبیاء کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ گو اس پر بھی اعتراض کرنے والوں کے اعتراض موجود ہیں۔ اور کسی مردہ کا زندہ ہونا اگر مان بھی لیا جائے تو اس سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مگر یہاں بفضلہٖ تعالیٰ واحسانہٖ ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ (ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 99 اشتہار نمبر 34 مطبوعہ ربوہ)

آپ فرماتے ہیں کہ ”اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت؟ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اُس کو یاد رکھنا چاہئے، وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا بلکہ وہی خاک اُس کے سر پر، اُس کی آنکھوں پر، اُس کے منہ پر گر کر اُس کو ذلیل اور رسوا کرے گی۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت اُس کی عداوت اور اُس کے بُغض سے کم نہیں ہو گی بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ کیا تم فجر کے قریب آفتاب کو نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ صداقت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خدا تعالیٰ تمہارے کینوں اور بخلوں کو دور کرے“۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 100 اشتہار نمبر 34 مطبوعہ ربوہ)

ان اعتراض کرنے والوں میں غیر مسلموں کے ساتھ بعض مسلمان بھی شامل تھے جن کو آپ نے یہ چیلنج دیا اور تنبیہ بھی فرمائی۔

بہرحال اس پیشگوئی کے تحت جیسا کہ ہم جانتے ہیں 1889ء میں جنوری میں وہ موعود بیٹا پیدا ہوا جس نے اسلام کی برتری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت کو قائم کرنے کے لئے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے اور جن کا غیروں نے بھی اعتراف کیا۔

اس سے پہلے کہ مَیں حضرت مصلح موعودؓ کے بعض کارناموں کا ذکر کروں، پیشگوئی کے اصل الفاظ بھی آپ کے سامنے رکھنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ ان کے بار بار ہمارے سامنے آنے سے ہمیں اس کی عظمت و شوکت کا بھی پتا لگے اور اس کی حقیقت کا بھی پتا لگے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے قلم سے 20 رفروری 1886ء کو ایک اشتہار ”رسالہ سراجِ منیر مشتمل بر نشانہائے ربّ قدیر“ کے نام سے تحریر فرمایا جو اخبار ریاض ہند امرتسر میں یکم مارچ 1886ء کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ ”ان ہر سہ قسموں کی پیشگوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالہ میں بہ بسط تمام درج ہوں گی“ (یعنی تفصیلات کے ساتھ درج ہوں گی) ”پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے۔ آج 20 رفروری 86 (عیسوی) میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے برعایت ایجاز و اختصار“ (یعنی مختصر مضمون بیان کرتے ہوئے) ”کلمات الٰہیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں درج ہو گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

”پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ واعلامہ عزّوجل خدائے رحیم و بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّشانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں، باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہو گا“۔ (اللہ تعالیٰ نے یہاں ہر قسم کا ابہام ختم کر دیا کہ بعد کی نسل میں یا ذرّیت میں نہیں پیدا ہو گا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کا اپنا بیٹا ہو گا) فرمایا ”خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل“ (انجامِ آتھم میں جو پوری پیشگوئی ہے، عربی میں لکھی ہوئی ہے، وہاں عمانوایل لکھا گیا ہے تو اصل عمانوایل ہی ہے، بہرحال) پھر فرمایا ”اور بشیر بھی

ہے''۔ اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے یا عمانوایل اور بشیر بھی ہے۔ ''اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (......) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعُلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَقْضِيًّا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 96-95 اشتہار نمبر 33 مطبوعہ ربوہ)

پس جیسا کہ میں نے کہا، یہ وہ خصوصیات ہیں جن کا حامل وہ بیٹا ہونا تھا اور ایک دنیا نے دیکھا کہ وہ بیٹا پیدا ہوا اور 52 سال تک خلافت پر متمکن رہنے کے بعد اپنی خصوصیات کا لوہا دنیا سے منوا کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اگر ان خصوصیات کی گہرائی میں جا کر دیکھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس کے لئے کئی کتابیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ کسی خطبہ میں یا کسی تقریر میں حضرت مصلح موعود کی زندگی اور آپ کے کارناموں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ جماعت میں اس حوالے سے ہر سال 20 فروری کو جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور مقررین اور علماء اپنے اپنے ذوق اور علم کے مطابق اس مضمون کو بیان کرتے ہیں۔ مَیں بھی کئی مرتبہ اس مضمون کو بیان کر چکا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بھی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت مصلح موعود کی زندگی اور اس پیشگوئی کا مکمل احاطہ ہو گیا یا ہر ایک کو سمجھ آ گئی۔ بہرحال آج بھی مَیں اس پیشگوئی کے حوالے سے اس کے ایک آدھ پہلو کو لے کر حضرت مصلح موعود کی زندگی کی بعض باتیں پیش کروں گا۔ اور یہ بھی کہ اپنوں کو اور غیروں کو آپ کے علم و عرفان نے کس طرح متاثر کیا۔

اس سے پہلے میں حضرت مصلح موعود کی کتب اور لیکچرز اور تقاریر کا ایک جائزہ بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اُس وقت ریکارڈنگ کا تو باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ اُن کے بعض لیکچر، تقاریر مکمل موجود ہیں، بعض نہیں۔ زُودنویس ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے اور بعض دفعہ پوری طرح لکھا بھی نہیں جاتا تھا۔

بہرحال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب، لیکچرز اور تقاریر کا مجموعہ ''انوار العلوم'' کے نام سے فضل عمر فاؤنڈیشن شائع کر رہی ہے۔ اس وقت تک انوار العلوم کی 24 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان جلدوں میں آپ کے کُل 633 لیکچر اور تقاریر اور کتب آ چکی ہیں۔ اور فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی سکیم ہے، اُن کا اندازہ ہے کہ 32 جلدیں شائع ہوں گی۔ اور اس طرح کُل تقاریر، لیکچر اور کتب وغیرہ تقریباً ساڑھے آٹھ سو کے قریب بن جائیں گے۔ 24 جلدوں میں مَیں نے کہا آ گئیں۔ 25 سے 29 جلدیں جو ہیں وہ تیار ہو گئی ہیں، ابھی چھپی نہیں ہیں۔ اُن میں 163 کتب، لیکچرز اور تقاریر شامل ہیں۔ پھر اُس کے بعد تین اور رہ جائیں گی۔ تو یہ تقریباً آٹھ سو سے اوپر چلی جائیں گی۔ اسی طرح خطباتِ جمعہ اور عیدین اور نکاح ہیں۔ ابھی تک جو لسٹ ملی ہے اس کے مطابق ان کی تعداد 2076 بنتی ہے۔ اور خطباتِ محمود کی اس وقت کُل 28 جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں 1602 خطبات شامل ہیں۔ اور 1948ء سے 1959ء تک کے خطبات 29 سے 39 جلد میں شائع ہوں گے۔ ان میں بھی تقریباً 500 خطبات اور شامل ہو جائیں گے۔

تو یہ آپ کے علمی کاموں کا ایک ہلکا سا عمومی خاکہ ہے، اور اگر ہر خطبے اور ہر تقریر کو سنیں، ہر لیکچر کو دیکھیں تو علم و عرفان کے ایسے موتی پروئے ہوئے نظر آتے ہیں اور علم کی ایسی نہریں بہہ رہی ہوتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی ایک دفعہ یہ تجزیہ پیش کیا تھا اور انہوں نے ایک پہلو ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کو لے کے فرمایا تھا کہ اس میں ہی اتنی وسعت ہے کہ اس کو بیان کرتے چلے جائیں تو ختم نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا تھا کہ ''اس سلسلہ میں حضور کی ایک کتاب تو تفسیرِ کبیر ہے جو خود اتنی عجیب تفسیر ہے کہ جس شخص نے بھی غور سے اُس کے کسی ایک حصہ کو پڑھا ہو گا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ اگر دنیا میں کوئی خدا رسیدہ بزرگ پیدا ہوتا اور وہ صرف یہ حصہ قرآنِ کریم کا تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع کر دیتا تو یہ اُس کو دنیا کی نگاہ میں بزرگ ترین انسانوں میں سے ایک انسان بنانے کے لئے کافی تھا۔ لیکن اس پر ہی بس نہیں، قرآنِ کریم پر اور بہت سی کتب لکھیں۔ اور'' خلیفہ ثالث فرماتے ہیں کہ ''میرا خیال ہے کہ حضور نے صرف قرآنِ کریم کی تفسیر پر ہی آٹھ، دس ہزار صفحات لکھے ہیں۔ اس وقت جو چھپی ہوئی صورت میں تفسیر کبیر کی دس جلدیں ہیں وہ تقریباً چھ ہزار صفحات بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ سورتوں کے نوٹس ہیں اور مختلف تقریروں میں بہت ساری جگہوں پر تفاسیر بیان کی گئی ہیں جو اس میں شامل نہیں۔

پھر کلام کے اوپر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دس کتب اور رسائل لکھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جو اُس وقت جائزہ تھا یہ اُس کے مطابق ہیں۔ تفسیرِ کبیر جو ہے دس جلدیں، اُس میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرۃ، پہلی دو سورتیں، پھر سورۃ یونس سے سورۃ عنکبوت تک، دسویں سورۃ سے لے کر انتیسویں سورۃ تک ہے۔ اُس کے بعد پھر بیچ میں لکھی نہیں گئیں، چھپی نہیں۔ پھر سورۃ النّبأ سے کر النّاس تک ہے۔ گویا کہ تقریباً 59 سورتیں بنتی ہیں جن کی تفسیر لکھی۔ اور یہ جو تفسیر ہے تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اس کو بہت باریک لکھا ہوا ہے۔ اگر آج کل کے حساب سے لکھا جائے تو شاید دس بارہ ہزار صفحات بن جائیں۔ بہرحال یہ دوبارہ پرنٹ ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ منظرِ عام پہ آ جائے گی۔ قرآنِ کریم کی کُل 114 سورتیں ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ 55 سورتیں ابھی اس میں شامل نہیں۔

پھر کلام پر آپ کی دس کتب اور رسائل ہیں۔ آپ نے روحانیات، اسلامی اخلاق اور اسلامی عقائد پر 31 کتب اور رسائل تحریر فرمائے۔ سیرت و سوانح پر 13 کتب و رسائل لکھے۔ تاریخ پر چار کتب اور رسائل لکھے۔ فقہ پر تین کتب اور رسائل لکھے۔ سیاسیات قبل از تقسیمِ ہند 25 کتب اور رسائل۔ سیاسیات بعد از تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان 9 کتب اور رسائل، سیاستِ کشمیر 15 کتب اور رسائل۔ پھر تحریکِ احمدیت کے مخصوص مسائل اور تحریکات پر تقریباً 100 کتب اور رسائل۔ اس کے علاوہ بے شمار اور مضامین ہیں۔ جیسا کہ میں نے تفصیل بیان کی کہ یہ تعداد سینکڑوں میں چلی جاتی ہے۔ تقریباً 800 سے اوپر چلی جائے گی۔

تو خلیفہ ثالث فرماتے ہیں کہ ''جیسا کہ فرمایا تھا کہ وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ ان پر ایک نظر ڈال لیں تو ان میں علومِ ظاہری بھی نظر آتے ہیں اور علومِ باطنی بھی نظر آتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ جب بھی آپ نے کوئی کتاب یا رسالہ لکھا، ہر شخص نے یہی کہا کہ اس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا۔ سیاست میں جب بھی آپ نے قیادت سنبھالی یا جب بھی آپ نے سیاست کے بارے میں قائدانہ مشورے دیئے، بڑے سے بڑا مخالف بھی آپ کی بے مثال قابلیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعودؓ نمبر مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 65-64)

غرض حضور کے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کے متعلق ایک بڑی تفصیل ہے جس کے ہزارویں حصہ تک بھی ہم نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا تھا کہ صرف تفسیر ہی حضرت مصلح موعود کے مقام کو منوانے کے لئے بہت کافی ہے۔ یقیناً ان تفاسیر نے قرآنِ کریم کو سمجھنے کا جو نیا انداز اور علوم و معارف کے گہرے راز کھولے ہیں، وہ ہمیشہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصہ رہیں گے۔

اس وقت مَیں آپ کی تفسیر پر بعض غیروں کے تبصرے پیش کرتا ہوں۔

علامہ نیاز فتح پوری صاحب حضرت مصلح موعود کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ: ''تفسیرِ کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے''۔ (یہ احمدی نہیں تھے) ''اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحّر علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن واستدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ آپ نے ''هٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ'' کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے''۔ (تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 157 مطبوعہ ربوہ)۔ یہ اُس وقت انہوں نے دعا دی۔

پھر علامہ نیاز فتح پوری صاحب ہی ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

''تفسیر کبیر برابر پیشِ نظر رہی اور رات کو تو بالالتزام اُسے دیکھتا ہوں۔ میں نے اُسے کیسا پایا، یہ

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

بڑی تفصیل طلب بات ہے۔لیکن مختصریوں سمجھ لیجئے کہ میرے نزدیک یہ اردو میں بالکل پہلی تفسیر ہے جو بڑی حد تک ذہنِ انسانی کو مطمئن کرسکتی ہے۔اس میں شک نہیں کہ آپ کے ادارے نے اس تفسیر کے ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی انجام دی ہے وہ اتنی بلند ہے کہ آپ کے مخالف بھی اس کا انکار نہیں کرسکتے‘‘۔

(تفسیر کبیر جلد 7 تعارفی نوٹ،مطبوعہ ربوہ)

جناب اختراورینوی صاحب (ایم۔اے صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی)تفسیر کے بارے میں، پروفیسر عبدالمنان بیدل صاحب (سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج) کا اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ:’’میں نے یکے بعد دیگرے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تفسیرِ کبیر کی چند جلدیں پروفیسر عبدالمنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج، پٹنہ وحال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں اور وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے اِن کے خیالات دریافت کئے۔ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبدالمنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے؟ شیوخ خاموش رہے۔کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا پٹنہ میں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں ہیں۔مصروشام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا مرزا محمود کی تفسیر کے پائے کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔آپ جدید تفسیریں بھی مصروشام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔عربی وفارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 158-157 مطبوعہ ربوہ)

پھر سید جعفر حسین صاحب ایڈووکیٹ نے ایک مختصر مکتوب کے بعد ایک مفصل مضمون بھی اخبار صدقِ جدید کو بھجوایا جس میں وہ صدقِ جدید کے ایڈیٹر کو لکھتے ہیں کہ’’ حصول دارالسلام کی جدوجہد میں مجھے جب جیل پہنچایا گیا تو تیسرے دن مجھے وجوہات نظر بندی تحریری شکل میں مہیا کئے گئے۔جن میں میری گزشتہ تین چار برسوں کی تقریروں کے اقتباسات تھے۔اور الزام یہ تھا کہ میں ہندوستان کی حکومت کا تختہ الٹ کر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔مَیں حیران تھا کہ مجھ جیسا چھوٹا آدمی اور یہ پہاڑ جیسا الزام۔ لیکن مجھے آہستہ آہستہ محسوس ہوا کہ میری تقریروں سے کچھ ایسا ہی مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے۔میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں بھٹکا ہوا مسافر تھا جس کی منزل تو متعین تھی لیکن راستے کا پتا نہ تھا۔مسلمانوں کی انجمنِ اتحادالمسلمین ہو یا کوئی اور جماعت، ان سب کی حالت یہی ہے۔(کہتے ہیں کہ) دوسرے دن میں نے تفسیر کبیر کا مطالعہ شروع کیا (جواُن کے ایک دوست نے اسی جیل میں ہی دی تھی۔) جو میں اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔تو مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا۔(یہ احمدی نہیں تھے) اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔تفسیرِ کبیر پڑھ کر میں قرآنِ کریم سے پہلی دفعہ روشناس ہوا۔جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا (اُن کو لکھ رہے ہیں) اپنا مسلک چھوڑ کر احمدیہ جیسی جماعت میں داخل ہونا،جس کو تمام علمائے اسلام نے ایک ہوّا بنا رکھا، کچھ معمولی بات نہیں۔لیکن حق کے کھل جانے کے بعد یہاں خطرات کی پرواہ بھی کسی کو نہ تھی۔تاہم سجدے میں گر کر شب وروز میں نے دعائیں شروع کیں کہ یا اللہ! مجھے صراط المستقیم دکھا۔کئی ماہ اسی حالت میں گزر گئے۔میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری سجدے کی زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ میری دعائیں قبول ہوئیں کیونکہ احمدیت کو سچا سمجھنے کے عقیدے میں مستحکم ہوگیا اور قادیان سے حضرت میاں وسیم احمد صاحب کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ سے میں نے درخواست کی کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔(پھر کہتے ہیں کہ) میری قید کا بڑا حصہ سکندرآباد جیل میں گزرا۔وہاں کے جیلر ایک مسلمان اور علم دوست بھی تھے۔قیدیوں کی پوری خط وکتابت اُن لوگوں کے علم میں رہتی ہے۔کیونکہ اُن کے دستخط کے بعد ہی قیدیوں کے خطوط روانہ...... ہوتے ہیں۔اگرچہ یہ بات کچھ اچھی نہ تھی لیکن جرأت کی کمی کے باعث میری یہ کوشش رہتی تھی کہ قادیان کو لکھے ہوئے میرے خطوط حکامِ جیل کے علم میں نہ آنے پائیں۔مجلس اتحادالمسلمین حیدرآباد ایک بڑی ہی ہردلعزیز جماعت ہے۔(یہ انڈیا کا حیدرآباد ہے) جیل کا عملہ جمعیت حتی کہ جیل کے سارے ہی قیدی مجھ سے بڑی محبت اور عقیدت سے پیش آتے تھے۔(یہ جو تنظیم تھی اس کی وجہ سے،تو کہتے ہیں) اگرچہ پہریداروں کے سوا مجھ سے کوئی نہ مل سکتا تھا، ان وجوہ سے حکام کے علم میں آئے بغیر میرے خطوط قادیان کو پوسٹ ہو جاتے تھے۔لیکن جو خط قادیان سے آتا تھا وہ بہر صورت جیلر کے علم میں آنا ضروری تھا۔جب قادیان سے بیعت کا فارم آیا تو جیل میں بڑی گڑبڑ ہوئی۔راز باقی نہ رہ سکا......۔(کہتے ہیں) آخر جیلر میرے پاس آئے اور میرا خط مع بیعت فارم کے اُن کے پاس تھا۔ مجھ سے بڑی ہی ہمدردانہ گفتگو کی کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔قرآن کی اس تفسیر کو چھوڑیئے۔ میں آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی کی تفسیرِ قرآن دیتا ہوں۔آپ کے خیالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے وہ دونوں تفسیریں لادیں جو اصل میں ترجمہ تھے اور کہیں کہیں تفسیر تھی۔ بیعت کا فارم تکمیل کر کے بھیجنے سے قبل مَیں نے ان دونوں تفاسیر کا مطالعہ کیا۔تفسیرِ کبیر کے طالب علم میں اتنی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دیگر تمام تفاسیر پر تنقید کر سکے۔ چنانچہ میں نے جیلر صاحب کو بتلایا کہ ان دونوں تفاسیر میں کون کون سے مقامات مبہم ہیں۔کہاں کہاں ترجمے کی غلطی ہے اور کہاں کہاں معنی محدود ہیں۔ مجھے ایسا کرنے میں آسانی اس لئے ہوئی کہ تفسیرِ کبیر میں لغتِ قرآن بھی موجود ہے۔لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّاالْمُطَھَّرُوْنَ۔صرف مطہر لوگ ہی قرآنِ کریم کے مطالب کو سمجھ سکیں گے‘‘۔

تو کہتے ہیں’’ یہ تفصیل (میں نے) اس لئے لکھی ہے کہ مجھ پر سے یہ الزام دور ہو جائے کہ میں نے بیعت میں عجلت کی‘‘۔ میں نے غیروں کی تفسیریں بھی پڑھیں۔ پھر تفسیرِ کبیر پڑھی، موازنہ کیا اور مجھے سمجھ آ گئی۔اور پھر کہتے ہیں اس کے بعد’’ بیعت کا فارم بھیج کر مَیں دعاؤں میں لگ گیا‘‘ (کہ کہیں میری بیعت قبول بھی ہوتی ہے کہ نہیں۔اور پھر کہتے ہیں کہ)’’ اندیشہ غلط نہ نکلا۔میری بیعت قبول کرنے سے پہلے حضور خلیفہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ ایک احمدی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حکومتِ وقت کا بھی وفادار رہے اور قانون کے اندر رہ کر کام کرے۔میں نے جواب دیا کہ حضور کی تفسیر نے یہ ساری باتیں میرے دل پر نقش کر دی ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد جب قادیان سے مجھے معلوم ہوا کہ میری بیعت قبول کر لی گئی تو میں سجدے میں گر گیا۔(پھر کہتے ہیں کہ) تفسیرِ کبیر میں ایک مقام پر میں نے پڑھا تھا کہ خلیفہ جو مصلح موعود ہوگا وہ اسیروں کی رہائی کا باعث ہوگا۔ میں نے حضور سے درخواست کی۔(یہ ابھی تک جیل میں تھے) کہ وہ میری رہائی کے لئے دعا فرمائیں۔حضور خلیفہ صاحب نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رہائی کے سامان کرے۔اس کے چند ہی دنوں بعد میں رہا ہوگیا۔خلیفہ موعود کی نسبت یہ پیشینگوئی کہ’’ وہ اسیروں کی رہائی کا باعث ہوگا‘‘ میں اس کا زندہ ثبوت ہوں۔‘‘

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 159 تا 162 مطبوعہ ربوہ)

پھر مغربی مفکرین ہیں۔امریکہ اور یورپ کے مختلف مفکرین ہیں۔اس وقت مَیں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔اے۔جے آربری (A.J.Arberry) جو برطانوی مستشرق ہیں۔عربی، فارسی، اسلامیات کے سکالر ہیں۔ کہتے ہیں’’ قرآنِ شریف کا یہ نیا ترجمہ اور تفسیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔(یہ five volume کی بات کر رہے ہیں)۔موجودہ جلد اس کارنامے کی گویا پہلی منزل ہے۔کوئی پندرہ سال کا عرصہ ہوا جماعت احمدیہ قادیان کے محقق علماء نے یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور کام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حوصلہ افزاء قیادت میں ہوتا رہا۔کام بہت بلند قسم کا تھا۔یعنی یہ کہ قرآنِ شریف کے متن کی ایک ایسی ایڈیشن شائع کی جائے جس کے ساتھ ساتھ اُس کا نہایت صحیح صحیح انگریزی ترجمہ ہو اور ترجمہ کے ساتھ آیت آیت کی تفسیر ہو۔ پہلی جلد جو اس وقت سامنے ہے، قرآنِ شریف کی پہلی نو سورتوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں ایک طویل دیباچہ ہے جو خود حضرت مرزا بشیر الدین نے رقم فرمایا ہے۔اس دیباچے میں حضرت نے لکھا ہے کہ جو کچھ اس تفسیر میں بیان ہوا ہے وہ اُن معارف کی ترجمانی ہے جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتابوں اور مواعظ میں بیان فرمائے یا پھر آپ کے خلیفہ اول یا خود حضرت ممدوح نے جو بانیٔ سلسلہ کے خلیفہ ثانی ہیں بیان فرمائے۔اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ترجمہ اور یہ تفسیر جماعت احمدیہ کے فہمِ قرآن کی صحیح ترجمانی کرنے والی ہے‘‘۔(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 863-862 مطبوعہ ربوہ)

پھر صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی، عربوں میں سے بھی ہیں۔شام کے ایک ڈاکٹر انس صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں: حق اور نور کی تلاش میں مختلف علماء کی کتب اور تفاسیر پڑھیں جن میں سلطان العارفین، محی الدین ابنِ عربی اور محمد بن علی الحاتمی الطائی وغیرہ کی تفاسیر شامل تھیں لیکن کسی تفسیر میں وہ خوبی اور چاشنی اور لذت نہ پائی جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تفسیر میں ملی۔مَیں اپنی روح اور جسم کے ساتھ پیش آنے والے کشوف وغیرہ کی تفسیر کا متلاشی تھا۔پھر جب جماعت کی ویب سائٹ پر موجود تفسیرِ کبیر کا مطالعہ کیا تو اس میں احمدی نور اور سچائی اور صداقت نظر آئی جس نے میرے دل کو موہ لیا۔

پھر مراکش کے جمال صاحب ہیں۔ان کی طویل خط وکتابت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے چلتی رہی تھی۔کہتے ہیں اس عرصے میں جو خط وکتابت کا عرصہ تھا مجھے مرکز سے تفسیرِ کبیر جلد اول کے ترجمہ کا تحفہ ارسال کیا گیا۔میں نے جب اس تفسیر کو پڑھا اور اس کا دیگر تفاسیر سے موازنہ کیا تو زمین وآسمان کا فرق نکلا۔یہاں الٰہی علوم اور حکمتوں کی کنہ کا بیان تھا اور شریعت کے مغز کا خلاصہ تھا جبکہ دیگر تفاسیر میں محض چھلکے پر اکتفا کیا گیا تھا۔اس تفسیر کے مطالعہ نے میرے دل میں اسلام کی ایسی حسین تصویر پیش کی کہ جو روح تک اترتی چلی گئی۔

پھر حضرت مصلح موعود کے لیکچروں کا غیروں پر اثر آپ کے گہرے علم کا اعتراف ہے۔اس کی چند

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

مثالیں پیش کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے پنجاب لٹریری کی تحریک پر جس کے لیڈر جو تھے پنجاب یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے تھے، لاہور میں دو لیکچر دینے منظور فرمائے۔ اس کے مطابق حضور کا پہلا لیکچر ''عربی زبان کا مقام السنۂ عالم میں'' کہ عربی زبان کا مقام دنیا کی زبانوں میں کیا تھا، کے موضوع پر 31/مئی 1934ء کو وائی ایم سی اے ہال میں جو مال روڈ پر لاہور میں تھا، شروع ہوا۔ اور اس کی صدارت جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب قریشی ایم۔اے، پی ایچ ڈی پرنسپل اسلامیہ کالج نے کی۔ حضور کا لیکچر ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا جسے سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ اختتام پر جنابِ صدر نے شکریہ ادا کرنے کے بعد حاضرین کو لیکچر سے فائدہ اُٹھانے کی طرف توجہ دلائی اور خواہش ظاہر کی کہ ایسے علمی مضامین پھر بھی سننے کا موقع ملا۔ سامعین میں علمی طبقہ کے ہر خیال کے اصحاب شامل تھے۔

لالہ کنور سین صاحب سابق چیف جسٹس کشمیر جو جناب لالہ بھیم سین صاحب کے فرزند ارجمند تھے وہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر اور صدر صاحب کی تقریر کے بعد اپنے شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کیا، انگلش میں ایک تقریر کی۔ کہتے ہیں کہ آج قابل لیکچرر نے زبانِ عربی کی فضیلت پر جو دلچسپ اور معرکۃ الآراء تقریر کی ہے اُسے سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جب میں لیکچر سننے کے لئے آیا اُس وقت میں نے خیال کیا تھا کہ مضمون اس رنگ میں بیان کیا جائے گا جس طرح پرانی طرز کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ کس طرح بیان کرتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ مشہور ہے کہ کسی عرب سے ایک دفعہ زبانِ عربی کی فضیلت کی وجہ دریافت کی گئی تو اُس نے کہا کہ اُسے یعنی عربی زبان کو تین وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ پہلی وجہ: اس لئے کہ مَیں عرب کا رہنے والا ہوں۔ دوسرے اس لئے کہ یہ قرآنِ مجید کی زبان ہے۔ تیسرے اس لئے کہ جنت میں عربی بولی جائے گی۔ کہتے ہیں مَیں سمجھتا تھا کہ شاید اس قسم کی باتیں زبانِ عربی کی فضیلت میں پیش کی جائیں گی۔ مگر جو لیکچر دیا گیا وہ نہایت ہی عالمانہ اور فلسفیانہ شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ مَیں جناب مرزا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ مَیں نے ان کے لیکچر کے ایک ایک حرف کو پوری توجہ اور کامل غور کے ساتھ سنا ہے اور میں نے اس سے بہت ہی حظ اُٹھایا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس لیکچر کا اثر مدّتوں میرے دل پر قائم رہے گا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد6 صفحہ 181-180 مطبوعہ ربوہ)

پھر سید عبدالقادر صاحب ایم۔اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کے تاثرات ہیں۔ یہ صدر شعبہ تاریخ تھے۔ اسلامیہ کالج نے اسلام اور اشتراکیت (Islam and Communism) کے عنوان پر اخبار ''سن رائز لاہور'' (24 مارچ 1945ء) میں ایک نوٹ دیا جس کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ''اسلام کا اقتصادی نظام'' اور کمیونزم کے موضوع پر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کا لیکچر سننے کا مجھے بھی فخر حاصل ہوا۔ یہ لیکچر بھی آپ کے دوسرے لیکچروں کی طرح جو مجھے سننے کا اتفاق ہوا ہے، عالمانہ، خیالات میں جلاء پیدا کر دینے والا اور پُر از معلومات تھا۔ مرزا صاحب خداداد قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کے ہر پہلو پر آپ کو پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اس وجہ سے آپ کے خیالات اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان پر توجہ کریں''۔

(تاریخ احمدیت جلد9 صفحہ 626 مطبوعہ ربوہ)

بیرونی دنیا میں بھی اس کتاب کی تقسیم کی ضرورت ہے۔ عموماً یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام کا نظریہ شاید مودودی صاحب نے پیش کیا تھا۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بڑی عالمانہ قسم کی تقریر فرمائی تھی جو کتابی صورت میں شائع ہوئی ہوئی ہے اور اب اس کا انگلش میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ جو انگریزی دان احمدی ہیں اُن کو بھی پڑھنا چاہئے اور جو لوگ معاشیات میں دلچسپی رکھتے ہیں اُن کو دینی بھی چاہئے۔

پھر لالہ رام چند مچندہ صاحب کی ''اسلام کا اقتصادی نظام'' پر صدارتی تقریر ہے کہتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ تحریکِ احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے''۔ پھر کہتے ہیں کہ ''یہ میری غلطی تھی کہ اسلام صرف اپنے قوانین میں مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے۔ غیر مسلم کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا۔ مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہے۔ مَیں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت و احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟'' پھر کہتے ہیں ''حضرت امام جماعت احمدیہ کا بار بار اور لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی نہایت قیمتی معلومات سے پُر تقریر سے ہمیں مستفید فرمایا''۔

(تاریخ احمدیت جلد9 صفحہ 623-622 مطبوعہ ربوہ)

پس یہ صرف ایک پہلو کی جھلک ہے جو پیشگوئی میں علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کے بارے میں درج ہے۔ حضرت مصلح موعود نے علم و عرفان کا جو خزانہ ہمیں دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پڑھنے کی ہمیں توفیق بھی عطا فرمائے اور جیسا کہ آپ کے مضامین کے عنوانات کی عمومی فہرست میں مَیں نے بتایا ہے مختلف نوع کے جو مضامین ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن سے بھی استفادہ کرنے کی توفیق دے اور ہم اپنا علم و عرفان بڑھانے والے ہوں۔

اس وقت مَیں نمازوں کے بعد ایک جنازہ بھی پڑھاؤں گا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے کا ہے۔ یہ حضرت سارہ بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو بہار کی رہنے والی تھیں۔ ان کا نام مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب ہے جو 17/فروری کو بوقت ساڑھے نو بجے طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ربوہ میں 82 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ میرے ماموں بھی تھے۔

24/مارچ 1932ء کو پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام بیٹوں کی طرح آپ کو بھی بچپن میں وقف کیا ہوا تھا اور اس لحاظ سے آپ کی تربیت اور تعلیم کے مراحل طے کرائے گئے تھے۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین قادیان میں دینی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک پرائیویٹ پاس کیا۔ 1958ء میں بی۔اے پاس کیا۔ لاہور لاء کالج سے 1962ء میں اس شرط پر ایل ایل بی کیا کہ اس کی پریکٹس نہیں کرنی۔ 1962ء میں آپ خدماتِ سلسلہ کے لئے بیرونِ ملک تشریف لے گئے۔ 1962ء سے 1969ء تک بطور پرنسپل سیکنڈری سکول سیرالیون میں خدمت کی توفیق پائی۔ علمی شخصیت کے مالک تھے۔ بیس سال کی محنت و تحقیق کے بعد قرآنِ کریم کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر و تفسیر کے بحرِ بے کراں کا احاطہ کرتے ہوئے قیمتی ارشادات اور اردو، فارسی اور عربی اشعار کا چناؤ اور الہام اکٹھے کر کے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم فہم قرآن'' کے نام سے ایک بڑی اچھی اور ضخیم کتاب مرتب کی جو 2004ء میں شائع ہوئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی، فارسی اور اردو ادب پر مشتمل اشعار کی دوسری کتاب بھی 'ادب المسیح' کے نام سے شائع کی۔ یہ بھی ایک بڑا اچھا شاہکار ہے۔ ان کی شادی 1959ء میں مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ماموں تھے، اُن کی بیٹی طاہرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اور ان کے چار بچے تھے۔ ایک عزیزم مرزا سلیمان احمد، یہ امریکہ میں ہیں۔ اور تین بیٹیاں ہیں۔ امۃ المومن حنا جو ڈاکٹر خالد تسلیم احمد صاحب ربوہ میں ہیں، اُن کی اہلیہ اور ایک مینا مبارکہ، مرزا احسن احمد کی اہلیہ اور عبدالسمیع فرخ احمد خان کی اہلیہ ہیں۔

سیرالیون میں ایک عرصہ رہے ہیں۔ آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ بو (Bo) شہر میں پہلی مرتبہ جماعت کے کسی سکول میں سائنس بلاک کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ کی اہلیہ کہتی ہیں بہت محنت اور توجہ سے سارا سارا دن کھڑے ہو کر اس بلاک کی تعمیر کروایا کرتے تھے۔ قمر سلیمان صاحب سیرالیون دورے پر گئے تھے تو کہتے ہیں سیرالیون کے لوگ ابھی تک صاحبزادہ صاحب کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ یتیموں کی پرورش کا بھی خیال کرتے تھے۔ خاموشی سے اُن کی مدد کرتے رہتے تھے۔ اپنے دوستوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ دوستی خوب نبھاتے تھے۔ اپنے ایک بہت قریبی اور ہر دلعزیز دوست کی وفات کے بعد جس کی اولاد جو ابھی چھوٹی تھی، اُن کا بڑا خیال رکھا، اُن کی شادیاں کروائیں اور دوستی کے رشتے کو انہوں نے بڑا نبھایا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سب سے زیادہ فارسی زبان پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ فارسی بڑی اچھی ان کو آتی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔ اور اسی کی وجہ ہے کہ آپ نے جو تعلیم فہم القرآن کتاب لکھی ہے، یہ لکھی ہی نہیں جا سکتی جب تک اُس میں اچھی طرح مطالعہ نہ ہو۔ بہرحال آپ کی اہلیہ نے بتایا کہ انہوں نے خود مجھے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب یا

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)
•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals
قانونی مشاورت برائے اسائلم
• Switching Visas
• Over Stayers
• Legacy Cases
• Work Permits
• Visa Extensions
• Judicial Reviews
• Tribunal Appeals
HEAD OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
Tel: 02086 720 666 02086 721 738
24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)
SOW THE SEEDS OF LOVE

شاید ساری کتب بیس پچیس مرتبہ انہوں نے پڑھیں۔ قادیان سے بھی بڑی غیر معمولی محبت تھی۔ دو چار سال سے اُن کی صحت کافی خراب تھی، پھر بھی پچھلے دوسال باقاعدگی سے قادیان جلسے پر جاتے رہے۔ دعا پر بھی آپ کو بڑا یقین تھا۔ آپ کی بیٹی نے بتایا کہ انہوں نے کسی صحابی کا قصہ بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے درجات بلند ہوتے جارہے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ میرے تو ایسے اعمال نہ تھے۔ اس پر اُنہیں بتایا گیا کہ تم نے جو اپنی نیک اولاد چھوڑی ہے وہ ہر وقت تیرے لئے دعا کرتی ہے اور اس سے ہر روز تیرے درجے میں اضافہ ہوتا ہے۔ کہتی ہیں، اپنے بچوں کو نصیحت کرتے تھے کہ میرے لئے دعا کرتے رہنا۔ اللہ کرے کہ ان کی اولاد نیکیوں پر قائم ہو۔ جس طرح کہ وہ دیکھنا چاہتے تھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد اور اپنی جماعت کے لئے جو دعائیں کی ہیں اس دعا کے مصداق اور ان کے بچے بھی اور باقی افرادِ خاندان بھی اور جماعت بھی بنے۔ حضرت مصلح موعود نے بچوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولادیں اور اُن کی اولادیں ابدتک تیری امانت ہوں جس میں شیطان خیانت نہ کر سکے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔

(میری سارہ۔ انوار العلوم جلد 13 صفحہ 189 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب سے مغفرت کا سلوک فرمائے، رحم کا سلوک فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی حقیقت میں اُس خون کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ مجھ سے بھی ان کا بہت گہرا تعلق تھا۔ خلافت سے پہلے بھی تھا اور خلافت کے بعد تو پیار کا یہ تعلق بہت بڑھ گیا تھا۔ لیکن اس میں عاجزی اور اخلاص اور وفا کا بے انتہا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے اور ان کی اولاد کو بھی خلافت سے خاص تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیوٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یکم فروری 2014ء کو صبح ساڑھے 10 بجے مسجد فضل لندن کے باہر تشریف لا کر **مکرم محمود احمد صاحب (آف مچم۔لندن)** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرم محمود احمد صاحب 28 جنوری 2014ء کو 81 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم کا تعلق ربوہ سے تھا اور گزشتہ 10 سال سے یوکے میں مقیم تھے۔ آپ مکرم فضل دین صاحب آف لائبیریا کے چھوٹے بھائی تھے۔ مرحوم بہت دیندار، ہمدرد مخلص اور نیک صفات کے حامل انسان تھے اور خلافت کے ساتھ گہری محبت رکھتے تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم منصور احمد زاہد صاحب گھانا میں مربی سلسلہ کی حیثیت سے خدمت بجالا رہے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

(1) مکرمہ سیدہ ہاجرہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم صوفی عبدالغفور صاحب بھیروی مبلغ سلسلہ) 11 دسمبر 2013ء کو 100 سال کی عمر میں کینیڈا میں وفات پاگئیں۔ اِنَّـالِـلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَیْـهِ رَاجِــعُــوْنَ۔ آپ حضرت قاضی حبیب اللہ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ آپ صوم وصلوٰۃ کی پابند، سچی خوابیں دیکھنے والی، نیک مخلص اور بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ نور ہسپتال قادیان کی پہلی نرس تھیں۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت سے بہت محبت اور پیار و اخلاص کا تعلق تھا۔ آپ کو شاہدرہ ٹاؤن میں کئی سال صدر لجنہ اماء اللہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔

(2) مکرم چوہدری غلام احمد باجوہ صاحب (جرمنی) 17 جنوری 2014ء کو طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں جرمنی میں وفات پاگئے۔ اِنَّـالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت چوہدری باغ دین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ 1948ء میں آپ نے فرقان فورس میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ کچھ سالوں سے جرمنی میں مقیم تھے۔ بہت ہمدرد، نرم مزاج، شیریں زبان، مہمان نواز، صابر وشاکر، اپنوں اور غیروں سے محبت وشفقت سے پیش آنے والے اور صلہ رحمی کرنے والے اعلیٰ اخلاق کے مالک مخلص انسان تھے۔ خلفاء اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ محبت کا تعلق تھا۔ واقفین زندگی کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے وقف جدید کی تحریک کا اجراء فرمایا تو اس وقت آپ کی رہائش کوٹ باغ دین سندھ میں تھی۔ جہاں آپ نے اور آپ کے بھائی نے 16 ایکڑ کا رقبہ صرف چندہ وقف جدید کیلئے مختص کر دیا تھا۔ اسی طرح آپ کو وہاں ایک مسجد اور مہمانوں کے لئے علیحدہ گھر تعمیر کرنے کی بھی سعادت ملی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک داماد مکرم طاہر محمود چوہدری صاحب امیر و مشنری انچارج تنزانیہ کی حیثیت سے خدمت بجا لا رہے ہیں۔

(3) مکرم الحاجی فوڈے سلیمان بنگورہ صاحب (سیرالیون) 11 جنوری 2014ء کو 79 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّـالِـلّٰـهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے سیرالیون کی نیشنل مجلس عاملہ میں سیکرٹری ضیافت اور سیکرٹری جائیداد کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ اسی طرح مقامی جماعت گوری سٹریٹ کے صدر جماعت اور سیرالیون میں پہلی بک شاپ کے مینیجر بھی رہے۔ گزشتہ 5 سال سے مکرم امیر صاحب کے ساتھ پبلک ریلیشن کے حوالہ سے نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔ بالخصوص بہت سے سفراء، منسٹرز اور اعلیٰ افسران سے نئے دوستانہ روابط قائم کئے۔ آپ کی تمام اولاد کی جماعت کے ساتھ گہری وابستگی ہے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم ابراہیم ایس۔ بنگورہ صاحب یوکے میں مقیم ہیں اور Bournemouth جماعت کے سیکرٹری مال کی حیثیت سے خدمت بجالا رہے ہیں۔

(4) مکرم صوبیدار عبدالغفور خان صاحب (آف ٹوپی) 12 جنوری 2014ء کو 91 سال کی عمر میں ڈیٹرائٹ (امریکہ) میں وفات پاگئے۔ اِنَّـالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم صوبیدار خوشحال خان صاحب شہید ٹوپی کے بیٹے تھے جنہیں ایک رؤیا کی بنا پر احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1947ء کے پرآشوب دور میں اپنے آپ کو کچھ عرصہ کے لئے بطور درویش حفاظت مرکز کے لئے پیش کرنے کی سعادت پائی اور 1948ء تک وہاں رہے۔ 1955ء میں آپ حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر ربوہ آگئے اور 1958ء تک نائب افسر حفاظت اور پھر افسر حفاظت کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ آپ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، دعا گو، صاحب رؤیا وکشوف، نڈر اور دلیر انسان تھے۔ نظام جماعت اور خلفائے احمدیت سے عشق اور وفا کا تعلق تھا نیز اپنی اولاد کو بھی خلافت سے مضبوط تعلق اور وابستگی کی تلقین کیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں 3 بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(5) مکرمہ خالدہ شاہد صاحبہ (سرگودھا): 9 جنوری 2014ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّـالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم چوہدری ظفر احمد صاحب وڑائچ کی بیٹی اور حضرت چوہدری حاکم علی صاحبؓ (آف 9 چک پنیار) صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پڑپوتی تھیں۔ آپ انتہائی دیندار، خوش اخلاق اور لجنہ کی فعال کارکنہ تھیں۔ 21 سال تک سیکرٹری دعوت الی اللہ اور سیکرٹری ناصرات کی حیثیت سے خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔ دسمبر 2013ء میں قادیان کے جلسہ سالانہ میں آخری بار شریک ہوئیں اور جانے سے پہلے شوہر سے کہا کہ مجھے جانے سے نہ روکیں۔ یہ میرا آخری جلسہ ہے پھر شاید مجھے دعاؤں کا موقع نہ ملے۔ قادیان سے واپس آتے ہی برین ہیمرج ہوا جس سے جانبر نہ ہوسکیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(6) مکرم چوہدری نور احمد عابد صاحب (ربوہ) 15 نومبر 2013ء کو 94 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِــعُــوْنَ۔ آپ حضرت میاں محمد ابراہیم صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ آپ 1984ء سے 2009ء تک اپنے محلّہ کی مسجد کے امام الصلوۃ رہے اور لمبا عرصہ نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم اور نماز عصر کے بعد درس ملفوظات دینے کی توفیق پائی۔ نمازوں کے پابند، دعا گو اور بہت ہردلعزیز انسان تھے۔ خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ کے بیٹے مکرم فرید احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ ہیں اور آجکل MTA پاکستان میں خدمت بجالا رہے ہیں۔

(7) مکرم چوہدری عتیق احمد صاحب (ابن چوہدری محمد رفیق صاحب۔بدین) 17 دسمبر 2013ء کو دل کے حملہ سے 38 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ قائد ضلع بدین کی حیثیت سے خدمت بجا لا رہے تھے۔ نظام جماعت کے اطاعت گزار، خوش اخلاق، سادہ مزاج، مہمان نواز، بہادر، نڈر اور باوقار شخصیت کے مالک نافع الناس وجود تھے۔ مرحوم مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ حال ہی میں آپ نے ایک مسجد اور مربی ہاؤس تعمیر کروانے کی بھی توفیق پائی۔ آپ مہمانوں کے لئے گیسٹ ہاؤس بنوا رہے تھے جو کہ اب تکمیل کے مراحل میں ہے۔ 2011ء میں جب بارشوں کے باعث سندھ میں سیلاب آیا تو آپ مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے ہدایت ملنے پر فوراً عمرکوٹ کے علاقہ میں چلے گئے اور صادق پور میں پانی میں پھنسے ہوئے احمدی احباب کو وہاں سے نکالنے کا کام بہت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ خلافت اور نظام جماعت کے بے حد مطیع اور فرمانبردار تھے اور خدام واطفال کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں والد اور اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

(8) مکرم محمد اسلم صاحب (ابن مکرم حکیم میاں محمد اشرف صاحب۔کراچی) 16 اکتوبر 2013ء کو 75 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّـالِـلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ اپنے حلقہ کے ایک فعال ممبر تھے۔ عرصہ دوسال سے اپنے حلقہ کے سیکرٹری تحریک جدید کی حیثیت سے بھی خدمت بجالا رہے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑا ہے۔

(9) مکرم رانا محمد نواز خان صاحب (چک نمبر 166 مراد ضلع بہاولنگر) 2 ستمبر 2013ء کو طویل علالت کے بعد وفات پاگئے۔ اِنَّـالِـلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَیْـهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ بہت دیندار، ملنسار، خوش اخلاق، دیانتدار، غریب پرور اور لوگوں کے ہمدرد مخلص اور نیک صفات کے حامل انسان تھے۔ آپ کو قائد مجلس اور صدر جماعت چک نمبر 166 مراد، قائد علاقہ بہاولپور، نائب ناظم انصار اللہ ضلع بہاولنگر کے علاوہ مختلف حیثیتوں سے اپنے ضلع میں جماعتی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اپنے علاقہ کے نمبردار ہونے کی حیثیت سے بھی ہر خاص وعام کی پسندیدہ شخصیت تھے اور غیر از جماعت دوستوں میں بھی بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں والدہ اور اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(10) مکرم سید احمد بشیر زیدی صاحب (بیلجیئم) 22 جنوری 2014ء کو 40 سال کی عمر میں اچانک ہارٹ اٹیک سے وفات پاگئے۔ اِنَّـالِـلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ Ostende جماعت میں جنرل سیکرٹری کے علاوہ مختلف حیثیتوں سے خدمت بجالا رہے تھے۔ آپ نمازوں کے علاوہ تلاوت قرآن کریم کے پابند، تہجد گزار، جماعتی کاموں میں پیش پیش اور بیشمار خوبیوں کے مالک نیک، نافع الناس وجود تھے۔ جماعت اور خلافت سے اخلاص ووفا کا تعلق تھا۔ 28 مئی کے سانحہ لاہور کے روز مسجد دارالذکر میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے گئے تھے مگر خدا تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 2 بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں جو سب وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔

(11) مکرم عمر فاروق صاحب (ابن مکرم میاں رفیق احمد صاحب۔ربوہ) 20 اگست 2013ء کو 52 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ گزشتہ سات سال سے طاہر ہارٹ میں کارکن کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ چندوں میں باقاعدہ تھے۔ نہایت ہنس مکھ اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ ہر کسی کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

(12) مکرمہ ارشاد بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم مولانا محمد اشرف ممتاز صاحب۔ربوہ) 27 اگست 2013ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّـالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا جماعت کے ساتھ پختہ تعلق تھا اور چندوں کی بروقت ادائیگی کیا کرتی تھی۔ مرحومہ نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔

(13) عزیزہ سمیرہ طاہر (بنت مکرم انور طاہر صاحب مربی سلسلہ۔لاہور) 22/جنوری کو 19 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّـالِـلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَیْـهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ فرسٹ ائیر کی طالبہ تھیں۔ تعلیم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ بہت ذہین اور باہمت تھیں۔ ڈیڑھ سال تک کینسر جیسے موذی مرض کا بڑے صبر سے مقابلہ کیا۔ ہر طرح کے علاج کے باوجود خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی۔ مرحومہ مکرم مولانا اشرف ناصر صاحب مرحوم مربی سلسلہ کی پوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر کرنے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆

خلافت کا نظام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا عہدِ خلافت

(تحریر: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

خلافت کا نظام

قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلہ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جاوے۔ بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے جس کے لئے ظاہری اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ ایک آدمی کی عمر بہرحال محدود ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ نبی کے ہاتھ سے صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کے لئے نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں میں یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں کیونکہ خلیفہ کے معنے پیچھے آنے والے اور دوسرے کی جگہ قائم مقام بننے والے کے ہیں۔ یہ سلسلہ خلافت قدیم زمانہ سے ہر نبی کے بعد ہوتا چلا آیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے بعد یوشع خلیفہ ہوئے اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد پطرس خلیفہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سلسلہ خلافت تمام سابقہ نبیوں کی نسبت زیادہ شان اور زیادہ آب وتاب کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس نظام خلافت میں نبی کے کام کی تکمیل کے علاوہ ایک حکمت یہ بھی مدنظر ہوتی ہے کہ تا جو دھکا نبی کی وفات کے وقت نبی کی نئی نئی جماعت کو لگتا ہے جو ایک ہولناک زلزلہ سے کم نہیں ہوتا اس میں جماعت کو سنبھالنے کا انتظام رہے۔ پس ضروری تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں بھی خدا کی یہ قدیم سنت پوری ہو چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

”خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ............وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے............اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے ....ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے............ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے .... خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا............ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا............ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا............سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے............سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے...... میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 303 تا 306)

خلفاء کے تقرر اور ان کے مقام کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خلافت کا منصب کسی صورت میں بھی ورثہ میں نہیں آ سکتا بلکہ یہ ایک مقدس امانت ہے جو مومنوں کے انتخاب کے ذریعہ جماعت کے قابل ترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے اور چونکہ نبی کی جانشینی کا مقام ایک نہایت نازک اور اہم روحانی مقام ہے اس لئے اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ گو بظاہر خلیفہ کا انتخاب لوگوں کی رائے سے ہوتا ہے مگر اس معاملہ میں خدا تعالیٰ خود آسمان سے نگرانی فرماتا ہے اور اپنے تصرفِ خاص سے لوگوں کی رائے کو ایسے رستہ پر ڈال دیتا ہے جو اس کے منشاء کے مطابق ہو۔ اس طرح گو بظاہر خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ عمل میں آتا ہے مگر دراصل اس انتخاب میں خدا کی مخفی تقدیر کام کرتی ہے اور اسی لئے خدا نے خلفاء کے تقرر کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خلیفہ ہم خود بناتے ہیں یہ ایک نہایت لطیف روحانی انتظام ہے جسے شاید دنیا کے لوگوں کے لئے سمجھنا مشکل ہو مگر حقیقت یہی ہے کہ خلیفہ کا تقرر ایک طرف تو مومنوں کے انتخاب سے اور دوسری طرف خدا کی مرضی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے اور خدائی تقدیر کی مخفی تاریں لوگوں کے دلوں کو پکڑ پکڑ کر منظورِ ایزدی کی طرف مائل کر دیتی ہیں۔ پھر جب ایک شخص خدائی تقدیر کے ماتحت خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ تمام مومن اس کی پوری پوری اطاعت کریں اور خود اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ تمام اہم اور ضروری امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرے اور گو وہ مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں بلکہ اگر مناسب خیال کرے تو مشورہ کو رد کر کے اپنی رائے سے جس طرح چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔ مگر بہرحال اسے مشورہ لینے اور لوگوں کی رائے کا علم حاصل کرنے کا ضرور حکم ہے۔

اسلام میں یہ نظام خلافت ایک نہایت عجیب وغریب بلکہ عدیم المثال نظام ہے یہ نظام موجود الوقت سیاسیات کی اصطلاح میں نہ تو پوری طرح جمہوریت کے نظام کے مطابق ہے اور نہ ہی اسے موجودہ زمانہ کی ڈکٹیٹرشپ کے نظام سے تشبیہہ دے سکتے ہیں بلکہ یہ نظام ان دونوں کے بین بین ایک علیحدہ قسم کا نظام ہے۔ جمہوریت کے نظام سے تو وہ اس لئے جدا ہے کہ جمہوریت میں صدر حکومت کا انتخاب میعادی ہوتا ہے مگر اسلام میں خلیفہ کا انتخاب میعادی نہیں بلکہ عمر بھر کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرے جمہوریت میں صدر حکومت بہت سی باتوں میں لوگوں کے مشورہ کا پابند ہوتا ہے مگر اسلام میں خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم تو بے شک ہے مگر وہ اس مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں۔ بلکہ مصلحتِ عامہ کے ماتحت اسے رد کر کے دوسرا طریق اختیار کر سکتا ہے۔ دوسری طرف یہ نظام ڈکٹیٹرشپ سے بھی مختلف ہے کیونکہ اول تو ڈکٹیٹرشپ میں میعادی اور غیر میعادی کا سوال نہیں ہوتا اور دونوں صورتیں ممکن ہوتی ہیں دوسرے ڈکٹیٹر کو عموماً کلی اختیارات حاصل ہوتے ہیں حتی کہ وہ حسب ضرورت پرانے قانون کو بدل کر نیا قانون جاری کر سکتا ہے مگر نظام خلافت میں خلیفہ کے اختیارات بہرصورت شریعت اسلامی اور نبی متبوع کی ہدایات کی قیود کے اندر محدود ہیں۔ اسی طرح ڈکٹیٹر مشورہ لینے کا پابند نہیں مگر خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے۔

الغرض خلافت کا نظام ایک نہایت ہی نادر اور عجیب و غریب نظام ہے جو اپنی روح میں تو جمہوریت کے قریب تر ہے مگر ظاہری صورت میں ڈکٹیٹرشپ سے زیادہ قریب ہے۔ مگر وہ حقیقی فرق جو خلافت کو دنیا کے جملہ نظاموں سے بالکل جدا اور ممتاز کر دیتا ہے وہ اس کا دینی منصب ہے۔ خلیفہ ایک انتظامی افسر ہی نہیں ہوتا بلکہ نبی کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اسے ایک روحانی مقام بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ نبی کی جماعت کی روحانی اور دینی تربیت کا نگران ہوتا ہے اور لوگوں کے لئے اسے عملی نمونہ بننا پڑتا ہے اور اس کی سنت سند قرار پاتی ہے۔ (ابوداؤد کتاب السنة)

پس منصب خلافت کا یہ پہلو نہ صرف اسے دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کر دیتا ہے بلکہ اس قسم کے روحانی نظام میں میعادی تقرر کا سوال ہی نہیں اٹھ سکتا۔ خلافت کے نظام کے متعلق یہ مختصر اور اصولی نوٹ درج کرنے کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہیں۔ (نظام خلافت کے متعلق مفصل بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے کتاب ”سیرت خاتم النبیینؐ“)

جماعت احمدیہ میں پہلے خلیفہ کا انتخاب

یہ بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر تمام جماعت نے متفقہ اور متحدہ طور پر حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی کو حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ اور جانشین منتخب کیا تھا۔ یہ 27/مئی 1908ء کا واقعہ ہے۔ یہ تقرر اسلامی طریق پر انتخاب کی صورت میں ہوا تھا یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر قادیان اور بیرونجات کے جو احمدی جمع تھے اور ان میں جماعت کا چیدہ حصہ شامل تھا انہوں نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے آپ کے ہاتھ پر اطاعت اور اتحاد کا عہد باندھا۔ اس انتخاب اور اس بیعت میں صدر انجمن احمدیہ کے جملہ ممبران اور حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے جملہ افراد اور تمام حاضر الوقت احمدی اصحاب شریک وشامل تھے اور کسی ایک فرد واحد نے بھی حضرت مولوی صاحب کی خلافت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے بعد نہ صرف جماعت احمدیہ کا بلکہ صدر انجمن احمدیہ کا بھی پہلا اجماع خلافت کی تائید میں ہوا۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے رشتہ داروں میں سے نہیں تھے جماعت کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے اور اپنے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت میں جماعت کے اندر عدیم المثال حیثیت رکھتے تھے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی سب سے اوّل نمبر پر بیعت کی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ آپ کو اپنے خاص الخاص دوستوں اور محبّوں میں شمار کرتے تھے اور تمام جماعت احمدیہ میں آپ کا ایک خاص اثر اور رعب تھا حضرت مولوی صاحب دینی علم میں کامل ہونے کے علاوہ علم طب اور دیگر علوم مشرقیہ میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے اور قادیان آنے سے قبل مہاراجہ صاحب جمّوں وکشمیر کے دربار میں بطور شاہی طبیب کام کر چکے تھے۔

حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر جماعت احمدیہ نے پہلی بیعت حضرت مسیح موعودؑ کے اس باغ میں کی تھی جو بہشتی مقبرہ کے قریب ہے اور وہیں حضرت مولوی صاحب کی قیادت میں حضرت مسیح موعودؑ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

بیعت کے بعد حضرت مولوی صاحب نے ایک نہایت مؤثر اور دردانگیز تقریر فرمائی جس میں حضرت مسیح موعود کے بعد جماعت کو اس کی بھاری ذمہ داریاں یاد دلائیں اور فرمایا کہ ظاہری اسباب میں سے ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے کہ جماعت اپنے اتحاد کو قائم رکھ کر اس عظیم الشان کام کو جاری رکھے جسے حضرت مسیح موعودؑ نے شروع کر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خلیفہ بننے یا جماعت کو اپنے پیچھے لگانے کی کوئی خواہش نہیں تھی بلکہ میں چاہتا تھا کہ کوئی اور شخص اس بوجھ کو اٹھائے مگر اب جبکہ آپ لوگوں نے مجھے خلیفہ منتخب کیا ہے تو اس انتخاب کو خدا کی مرضی یقین کرتے ہوئے میں اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں لیکن یہ ضروری ہوگا کہ آپ لوگ میری پوری پوری اطاعت کریں تا کہ جماعت کے اتحاد میں فرق نہ آئے اور ہم سب مل کر اس کشتی کو آگے چلا سکیں جو خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ دنیا کے متلاطم سمندر میں ڈوبتے ہوؤں کو بچانے کے لئے ڈالی ہے۔

جماعت پھر ایک جھنڈے کے نیچے

قادیان کی بیعت خلافت کے بعد جوں جوں بیرونجات کی جماعتوں اور دوستوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات اور حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت کی اطلاع پہنچی سب نے بلا استثناء اور بلا تامل حضرت خلیفہ اوّل کی اطاعت قبول کی اور ایک نہایت ہی قلیل عرصہ میں جماعت احمدیہ کا ہر متنفس خلافت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ:۔

”میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

یہ نظارہ سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں کے لئے نہایت درجہ روح فرسا تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ بس اب اس سلسلہ کے مٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو پھر ایک ہاتھ پر جمع کر کے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ یہ پودا خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے اور کسی انسان کو طاقت نہیں کہ اسے مٹا سکے۔

جماعت میں انشقاق کا بیج

مگر جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر خدا نے اپنی قدیم سنت کے مطابق آپ کی گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال کر اپنی قدرت نمائی کا ثبوت دیا وہاں تقدیر کے بعض دوسرے نوشتے بھی پورے ہونے والے تھے۔ چنانچہ ابھی حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ بعض لوگوں نے جن کے ہاتھ پر اس فتنہ کا بیج بونا مقدر تھا مخفی مخفی

اور آہستہ آہستہ یہ سوال اٹھانا شروع کیا کہ دراصل حضرت مسیح موعودؑ کا یہ منشاء نہیں تھا کہ آپ کے بعد جماعت میں کسی واجب الاطاعت خلافت کا نظام قائم ہو بلکہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ سلسلہ کا سارا انتظام صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے جس کی آپ نے اسی غرض سے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بنیاد رکھی تھی۔ پس اگر کسی خلیفہ کی ضرورت ہو بھی تو وہ صرف بیعت لینے کی غرض سے ہوگا اور انتظام کی ساری ذمہ داری صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے گی۔

اس سوال کی ابتدا صدر انجمن احمدیہ کے بعض ممبروں کی طرف سے ہوئی تھی جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز قادیان اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی لاہور زیادہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان اصحاب اور ان کے رفقاء نے خفیہ خفیہ اپنے دوستوں اور ملنے والوں میں اپنے خیالات کو پھیلانا شروع کر دیا اور ان کی بڑی دلیل یہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت میں خلافت کا ذکر نہیں ہے اور یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ایک غیر مطبوعہ تحریر میں صدر انجمن احمدیہ کے حق میں اس قسم کے الفاظ لکھے ہیں کہ میرے بعد اس انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا وغیر ذالک۔ دلوں کا حال تو خدا جانتا ہے مگر ظاہری حالات پر اندازہ کرتے ہوئے اس سوال کے اٹھانے والوں کی نیت اچھی نہیں سمجھی جاسکتی تھی کیونکہ:

اوّل: جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے اس سوال کے اٹھانے والے صدر انجمن احمدیہ ہی کے بعض ممبر تھے اور یہ ظاہر ہے کہ انجمن کے طاقت میں آنے سے خود ان کو طاقت حاصل ہوتی تھی۔

دوم: حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ اپنے سب سے پہلے فیصلہ میں اتفاق رائے کے ساتھ یہ قرار دے چکی تھی کہ جماعت میں ایک واجب الاطاعت خلیفہ ہونا چاہئے۔ (دیکھو اعلان خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ مندرجہ الحکم مورخہ 28/مئی 1908ء وتلخیص از بدر مورخہ 2/جون 1908ء صفحہ 1) پس اگر بالفرض حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر کا یہ منشاء تھا بھی کہ میرے بعد انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا تو صدر انجمن احمدیہ خلافت کے حق میں فیصلہ کر کے خود خلافت کو قائم کر چکی تھی اور جن اصحاب نے اب خلافت کے خلاف سوال اٹھایا تھا وہ سب اس فیصلہ میں شریک تھے اور اس کے مؤید و حامی تھے۔ پس اس جہت سے بھی یہ نیا پراپیگنڈا ایک دیانتداری کا فعل نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔

سوم: یہ بات قطعاً غلط تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے الوصیت میں خلافت کا ذکر نہیں کیا بلکہ جیسا کہ ہم الوصیت کا ایک اقتباس اوپر درج کر چکے ہیں حضرت مسیح موعودؑ نے صراحت اور تعیین کے ساتھ خلافت کا ذکر کیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر کی مثال دے کر بتایا تھا کہ ایسا ہی میرے سلسلہ میں ہوگا اور یہ تصریح کی تھی کہ میرے بعد نہ صرف ایک خلیفہ ہوگا بلکہ خلافت کا ایک لمبا سلسلہ چلے گا اور متعدد افراد قدرتِ ثانیہ کے مظہر ہوں گے۔ پس ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کس طرح دیانتداری پر مبنی سمجھا جاسکتا تھا کہ الوصیت میں خلافت کا ذکر نہیں۔

چہارم: غالباً سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ تھا کہ اس سوال کے اٹھانے والوں نے کھلے طور پر اس سوال کو نہیں اٹھایا بلکہ حضرت خلیفہ اوّل سے مخفی رکھ کر خفیہ خفیہ پراپیگنڈہ کیا جو یقیناً اچھی نیت کی دلیل نہیں ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اصحاب کی نیت صاف نہیں تھی اور یہ ساری کوشش محض اپنے آپ کو طاقت میں لانے یا کسی دوسرے کی ماتحتی سے اپنے آپ کو بچانے کی غرض سے تھی ان کا یہ عذر کہ یہ جمہوریت کا زمانہ ہے اور ہم سلسلہ کے اندر جمہوری نظام قائم کرنا چاہتے ہیں یا تو محض ایک بہانہ تھا اور یا پھر یہ اس بات کی دلیل تھی کہ یہ اصحاب سلسلہ احمدیہ میں منسلک ہو جانے کے باوجود سلسلہ کی اصل غرض وغایت اور اس کے مقصد ومنتہیٰ سے بے خبر تھے اور اسے ایک محض دنیوی نظام سمجھ کر دنیا کے سیاسی قانون کے ماتحت لانا چاہتے تھے گو یہ علیحدہ بات ہے کہ دنیا کا سیاسی قانون بھی کلی طور پر جمہوریت کے حق میں نہیں ہے۔ پس اس فتنہ کے کھڑا کرنے والوں نے ایک نہایت بھاری ذمہ داری کو اپنے سر پر لیا اور خدا کی برگزیدہ جماعت میں انشقاق وافتراق کا بیج بویا۔ اور اپنے نفسوں کو گرانے کی بجائے خدا کی قدیم سنت اور اسلام کے صریح حکم اور حضرت مسیح موعودؑ کی واضح تعلیم کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ ممکن ہے کہ یہ اصحاب اپنی جگہ اپنی نیت کو اچھا سمجھتے ہوں اور دھوکا خوردہ ہوں اور ہم بھی اس بات کے مدعی نہیں کہ ہم نے ان کا دل چیر کر دیکھا ہے مگر ان ٹھوس حالات میں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں دھوکا خوردہ ہونے کی صورت میں بھی ان کی بدقسمتی کا بوجھ کچھ کم نہیں ہے۔ اے کاش وہ ایسا نہ کرتے!!!

جب ان خیالات کا زیادہ چرچا ہونے لگا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ تک سارے حالات پہنچے تو آپ نے جماعت میں ایک فتنہ کا دروازہ کھلتا دیکھ کر اس معاملہ کی طرف فوری توجہ فرمائی اور 31/جنوری 1909ء بروز اتوار جماعت کے سرکردہ ممبروں کو قادیان میں جمع کر کے مسجد مبارک میں ایک تقریر فرمائی جس میں مسئلہ خلافت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر جماعت کو بتایا کہ اصل چیز خلافت ہی ہے جو نظام اسلامی کا ایک اہم اور ضروری حصہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے بھی خلافت ہی کا ثبوت ملتا ہے اور صدر انجمن احمدیہ ایک عام انتظامی انجمن ہے جسے خلافت کے منصب سے کوئی تعلق نہیں اور پھر یہ کہ خود انجمن بھی اپنی سب سے پہلی قرارداد میں خلافت کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے حاضرین کو جن میں منکرین خلافت کے سرکردہ اصحاب شامل تھے نصیحت بھی فرمائی کہ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ کے اس قدر جلد بعد جماعت میں اختلاف اور انشقاق کا بیج نہ بوؤ اور جس جھنڈے کے نیچے تمہیں خدا نے جمع کر دیا ہے اس کی قدر کرو۔

آپ کی یہ تقریر اس قدر دردناک اور رقت آمیز تھی کہ اکثر حاضرین بے اختیار ہو کر رونے لگے اور منکرین خلافت نے بھی معافی مانگ کر اپنے آپ کو پھر خلافت کے قدموں پر ڈال دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان اصحاب کی اندرونی بیماری اس سے بہت زیادہ گہری تھی جو سمجھی گئی تھی کیونکہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ظاہر ہوا کہ مؤیدین انجمن کا مخفی پراپیگنڈا بدستور جاری ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ زوروں میں ہے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر چکے تھے اور اس سے پیچھے ہٹنا مشکل تھا اس لئے اب آہستہ آہستہ انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ہمیں حضرت مولوی صاحب کی امامت پر تو اعتراض نہیں ہے اور وہ اپنی ذاتی قابلیت اور ذاتی علم وفضل سے ویسے بھی واجب الاحترام اور واجب الاطاعت ہیں مگر ہمیں اصل فکر آئندہ کا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد کیا ہوگا کیونکہ ہم مولوی صاحب کے بعد کسی اور شخص کی قیادت کو خلافت کی صورت میں قبول نہیں کر سکتے۔ افسوس ہے کہ ان کا یہ عذر بھی دیانتداری پر مبنی نہیں سمجھا جاسکتا تھا کیونکہ جیسا کہ متعدد تحریری شہادات سے ثابت ہے ان اصحاب نے اپنے خاص الخاص حلقہ میں خود حضرت خلیفہ اوّلؓ کی ذات کے خلاف بھی پراپیگنڈا شروع کر رکھا تھا مگر بہرحال اس وقت ان کا ظاہر قول یہی تھا کہ ہمیں اصل فکر آئندہ کا ہے کہ پیچھے تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب کم از کم آئندہ یہ خلافت کا سلسلہ جاری نہ رہے۔

اس قول میں ان کا اشارہ حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (موجودہ امام جماعت احمدیہ) کی طرف تھا جن کی قابلیت اور تقویٰ طہارت کی وجہ سے اب آہستہ آہستہ لوگوں کی نظریں خودبخود اس طرف اٹھ رہی تھیں کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد وہی جماعت کے خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد سے گویا منکرین خلافت کی پالیسی نے دہرا رُخ اختیار کر لیا۔

اوّل یہ کہ انہوں نے اس بات کا پراپیگنڈا جاری رکھا کہ جماعت میں اصل چیز انجمن ہے نہ کہ خلافت۔

دوم یہ کہ انہوں نے ہر رنگ میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو نیچا کرنے اور جماعت میں بدنام کرنے کا طریق اختیار کر لیا۔ تاکہ اگر جماعت خلافت کے انکار کے لئے تیار نہ ہو تو کم از کم وہ خلیفہ نہ بن سکیں۔ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے بار بار حلف اٹھا کر کہا کہ میرے وہم وگمان میں بھی خلیفہ بننے کا خیال نہیں ہے اور ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے آئندہ خلیفہ کا ذکر کرنا ہی ناجائز اور خلاف تعلیم اسلام ہے پس خدا کے لئے اس قسم کے ذاتی سوالات کو اٹھا کر جماعت کی فضا کو مزید مکدر نہ کرو مگر ان خدا کے بندوں نے ایک نہ سنی اور حضرت مولوی صاحب کی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے اس دہرے پراپیگنڈے کو جاری رکھا۔ بلکہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے خلاف بھی اپنے خفیہ طعنوں کے سلسلہ کو چلاتے چلے گئے۔

اس عرصہ میں حضرت خلیفہ اوّل نے بھی متعدد موقعوں پر خلافت کی تائید میں تقریریں فرمائیں اور طرح طرح سے جماعت کو سمجھایا کہ خلافت ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے جسے اسلام نے ضروری قرار دیا ہے اور خدا تعالیٰ اس نظام کے ذریعہ نبی کے کام کو مکمل فرمایا کرتا ہے اور ہر نبی کے بعد خلافت ہوتی رہی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنے بعد خلافت کا وعدہ فرمایا تھا اور یہ کہ گو بظاہر خلیفہ کا تقرر مومنوں کے انتخاب سے ہوتا ہے مگر دراصل اسلامی تعلیم کے ماتحت خلیفہ خدا بناتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب جب سلسلہ احمدیہ میں خلافت کا نظام عملاً قائم ہو چکا ہے اور تم ایک ہاتھ پر بیعت کر چکے ہو تو اب تم میں یا کسی اور میں یہ طاقت نہیں ہے کہ خدا کی مشیت کے رستے میں حائل ہو اور فرمایا کہ جو قمیض مجھے خدا نے پہنائی ہے وہ میں اب کسی صورت میں اتار نہیں سکتا۔ مگر افسوس کہ منکرین خلافت کا پراپیگنڈا ایسی نوعیت اختیار کر چکا تھا کہ ان پر کسی دلیل کا اثر نہیں ہوا اور بظاہر حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت کے اندر رہتے ہوئے انہوں نے خلافت کے خلاف اپنی خفیہ کارروائیوں کو جاری رکھا۔ لیکن حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تقریروں سے ایک عظیم الشان فائدہ ضرور ہو گیا اور وہ یہ کہ جماعت کا کثیر حصہ خلافت کی اہمیت اور اس کی برکات اور اس کے خداداد منصب کو اچھی طرح سمجھ گیا اور ان گم گشتگان راہ کے ساتھ ایک نہایت قلیل حصہ کے سوا اور کوئی نہ رہا۔ اور جب 1914ء میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات ہوئی تو بعد کے حالات نے بتا دیا کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی مسلسل اور ان تھک کوششوں نے جماعت کو ایک خطرناک گڑھے میں گرنے سے محفوظ کر رکھا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کا یہ ایسا جلیل القدر کارنامہ ہے کہ اگر اس کے سوا آپ کے عہد میں کوئی اور بات نہ بھی ہوتی تو پھر بھی اس کی شان میں فرق نہ آتا۔............

جماعت احمدیہ کا پہلا بیرونی مشن

............حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے عہد مبارک کی ایک یادگار یہ بھی ہے کہ آپ کے زمانہ میں جماعت کا پہلا بیرونی تبلیغی مشن قائم ہوا۔ اس وقت تک براہ راست تبلیغ صرف ہندوستان تک محدود تھی اور بیرونی ممالک میں صرف خط وکتابت یا رسالہ جات وغیرہ کے ذریعہ تبلیغ ہوتی تھی۔ لیکن حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں آ کر جماعت کا پہلا بیرونی مشن قائم ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ 1912ء کے نصف آخر میں خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی کو ایک مسلمان رئیس نے اپنے ایک مقدمہ کے تعلق میں اپنی طرف سے اخراجات دے کر ولایت بھجوانے کا انتظام کیا چنانچہ خواجہ صاحب موصوف 7/ستمبر 1912ء کو انگلستان روانہ ہوگئے اور چونکہ ہر احمدی کو تبلیغ کا خیال غالب رہتا ہے خواجہ صاحب نے بھی اس سفر میں تبلیغ کی نیت رکھی اور ولایت کے قیام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں بعض تبلیغی لیکچر دیئے اور پھر آہستہ آہستہ وہیں ٹھہر کر اسی کام میں مصروف ہوگئے۔

کچھ عرصہ کے بعد خواجہ صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں لکھا کہ مجھے کوئی نائب بھجوایا جائے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے کو تجویز فرمایا اور چونکہ چوہدری صاحب انجمن انصاراللہ کے ممبر تھے جو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اس زمانہ میں تبلیغی اغراض کے ماتحت قائم کر رکھی تھی اور انصاراللہ کو پہلے سے بیرون ہند کی ایک تبلیغی سکیم مدنظر تھی اس لئے چوہدری صاحب کا خرچ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے انجمن انصاراللہ کی طرف سے برداشت کیا اور کچھ اپنے پاس سے اور اپنے دوستوں کی طرف سے ڈالا اور چوہدری صاحب موصوف 28/جون 1913ء کو تبلیغ کی غرض سے ولایت روانہ ہوگئے۔ (الفضل 2 جولائی 1913ء صفحہ 1 کالم 2) اس طرح گویا چوہدری فتح محمد صاحب وہ پہلے احمدی مبلغ تھے جو احمدیوں کی طرف سے بیرون ہند میں خالص تبلیغ کی غرض سے بھیجے گئے۔ چوہدری صاحب نے کچھ عرصہ تک خواجہ صاحب کی معیت میں کام کیا اور اس عرصہ میں خواجہ صاحب موصوف نے بعض ذی اثر غیر احمدیوں کی امداد سے مسجد ووکنگ کی امامت کا بھی حق حاصل کر لیا مگر چونکہ خواجہ صاحب اور چوہدری صاحب کے خیالات اور طریق تبلیغ میں بہت فرق تھا اس لئے حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر یہ اتحاد قائم نہ رہ سکا اور چوہدری صاحب جلد ہی خواجہ صاحب سے الگ ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایات کے ماتحت مستقل حیثیت میں کام کرنے لگے اور ووکنگ کو چھوڑ کر اپنا مرکز لندن میں قائم کر لیا جو اب تک جماعت احمدیہ کے برطانوی مشن کا مرکز ہے۔

اس جگہ یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اوائل زمانہ میں یہ خواب دیکھا تھا کہ آپ ولایت تشریف لے گئے ہیں اور وہاں جا کر چند سفید قسم کے جانور درختوں کے اوپر سے پکڑے ہیں اور آپ نے اس کی یہ تشریح فرمائی تھی کہ آپ کی تبلیغ ولایت میں پہنچے گی اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بعض انگریزوں کو ہدایت دے گا۔

(تلخیص از ''ازالہ اوہام''، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 377-376)

سو الحمدللہ کہ جماعت کے برطانوی مشن کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ رویا پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔ مگر یہ یاد

رکھنا چاہئے کہ چند پرندوں کا پکڑا جانا صرف اس زمانہ تک کے لئے ہے کہ جب تک یہ پرندے بلندیوں کی ہوا کھاتے ہوئے درختوں پر بسیرا لگائے بیٹھے ہیں۔لیکن جب احمدیت کے ذریعہ دنیا میں انقلابی صورت پیدا ہوگی اور ان سفید پرندوں کا شجری خمار جاتا رہے گا تو پھر چند پرندوں کے پکڑنے کا سوال نہیں ہوگا بلکہ یہ سوال ہوگا کہ خدائی جال سے باہر کتنے پرندے باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جہاں ایک طرف صرف چند پرندوں کے پکڑے جانے کا ذکر کیا ہے وہاں دوسری طرف صراحت کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ اہل مغرب بڑی کثرت اور زور کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی طرف رجوع کریں گے۔(تذکرۃ الشہادتین)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی علالت اور وفات

حضرت خلیفہ اوّلؓ کو اپنی خلافت کے دوران میں ایک حادثہ پیش آ گیا تھا اور وہ یہ کہ آپ 18/نومبر 1910ء کو ایک گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئے تھے۔(بدر 28/نومبر 1910ء صفحہ 15 کالم 3-2) شروع شروع میں یہ زخم معمولی سمجھا گیا مگر بعد میں اس کا اثر گہرا ثابت ہوا اور دائیں کنپٹی کے پاس آپریشن کے نتیجہ میں ایک گہرا نشان پڑ گیا اور گو آپ ایک لمبے عرصہ تک صاحب فراش رہنے کے بعد صحت یاب ہو گئے مگر اس کے بعد آپ کی صحت کبھی بھی پہلے جیسی نہیں ہوئی۔ جلسہ سالانہ 1913ء کے بعد سے آپ میں زیادہ کمزوری کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے اور جنوری 1914ء کے وسط سے معین بیماری کا آغاز ہو گیا۔(الفضل 14/جنوری 1914ء) ابتدا میں صرف پسلی کے درد کی تکلیف اور گاہے گاہے کی ہلکی حرارت اور قے وغیرہ کی شکایت تھی جو آہستہ آہستہ سل کی صورت اختیار کر گئی اور اس بیماری نے اس قدر زور پکڑ لیا کہ پھر اس کے بعد آپ بستر سے نہ اُٹھ سکے۔

اس طویل بیماری کے ایام میں منکرین خلافت کا پراپیگنڈا بہت زور پکڑ گیا۔ اور اخلاقی مسائل کی برملا اشاعت کے علاوہ مویدین خلافت اور خصوصاً حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے خلاف ذاتی حملوں نے زیادہ شدت اختیار کر لی۔ گویا ان ایام میں لاہوری پارٹی کے زعماء نے ایک آخری جدوجہد اس بات کی کرنی چاہی کہ حضرت خلیفہ اوّل کی بیماری سے فائدہ اٹھا کر جماعت کے سواد اعظم کو اپنی طرف کھینچ لائیں۔ مگر ایک خدائی تحریک کو اس کے ابتدائی مراحل میں غلط رستہ پر ڈال دینا کسی انسانی طاقت کا کام نہیں اس لئے اس کوشش میں منکرین خلافت کو سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ان ایام میں احمدیت کی فضائیں شرربار ہو رہی تھی کہ گویا ایک میدان جنگ میں چاروں طرف سے گولیاں برس رہی ہوں۔ یہ خدا کا فضل تھا کہ حضرت خلیفہ اوّل کی دور بین آنکھ نے اپنی بیماری کے ایام میں اپنے قدیم طریق کے مطابق اپنی جگہ نمازوں کی امامت اور جمعہ کے خطبات کے لئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو مقرر کر رکھا تھا ورنہ اگر پریس کے ایک حصہ کے ساتھ ساتھ جماعت کے خطبات کا منبر بھی ان لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا تو پھر بظاہر حالات بڑے فتنہ کا احتمال تھا۔

بیماری کی شدت کے ایام میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کو ان حالات کی خبر نہیں تھی جو باہر گزر رہے تھے مگر مسیح محمدی کی گود میں پرورش پایا ہوا دماغ خود اپنی جگہ مصروف کار تھا چنانچہ جب حضرت خلیفہ اوّل نے محسوس کیا کہ اب میرا وقت قریب ہے تو آپ نے 4/مارچ 1914ء کو ایک وصیت تحریر فرمائی (الفضل مورخہ 11/مارچ 1914ء صفحہ 1) جس کا مآل یہ تھا کہ آپ کے بعد جماعت کسی متقی اور عالم باعمل اور ہردلعزیز شخص کو آپ کا جانشین منتخب کر کے اس کے ہاتھ پر جمع ہو جائے اور پھر آپ نے اس وصیت کو معززین جماعت کی ایک مجلس میں جس میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے اور ان کے بعض رفقا بھی شامل تھے خود مولوی محمد علی صاحب سے بلند آواز کے ساتھ پڑھوایا اور اس پیغام حق کو سب تک پہنچا کر وصیت کو نواب محمد علی خاں صاحب کے پاس محفوظ کروا دیا۔اس کے بعد آپ نے زیادہ مہلت نہیں پائی اور 13/مارچ 1914ء کو جمعہ کے دن سوا دو بجے بعد دوپہر قریباً 78 سال کی عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کر کے اپنے محبوب حقیقی کے پاس حاضر ہو گئے۔ (الفضل مورخہ 18/مارچ 1914ء صفحہ 1) اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ وَارْفَعْ مَقَامَہٗ فِی الْعِلِّیِیْنَ۔

حضرت خلیفہ اوّل کا بلند مقام

حضرت خلیفہ اوّل کا پایہ حقیقۃً نہایت بلند تھا اور جماعت احمدیہ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جبکہ ابھی جماعت میں کوئی دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کا اہل نظر نہیں آتا تھا ایسے قابل اور عالم اور خدا ترس شخص کی قیادت نصیب ہوئی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو علمی کتب کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ زر کثیر خرچ کر کے ہزاروں کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا اور ایک نہایت قیمتی لائبریری اپنے پیچھے چھوڑی مگر آپ کا سب سے نمایاں وصف قرآن شریف کی محبت تھی جو حقیقۃً عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ خاکسار نے بے شمار دفعہ دیکھا کہ قرآن شریف کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ کے اندر ایک عاشقانہ ولولہ کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ آپ نے اوائل زمانہ سے ہی قادیان میں قرآن شریف کا درس دینا شروع کر دیا تھا جسے اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی جاری رکھا اور آخر تک جب تک کہ بیماری نے بالکل ہی نڈھال نہیں کر دیا اسے نبھایا۔طبیعت نہایت سادہ اور بے تکلف اور انداز بیان بہت دلکش تھا اور گو آپ کی تقریر میں فصیحانہ گرج نہیں تھی مگر ہر لفظ اثر میں ڈوبا ہوا نکلتا تھا۔ مناظرہ میں ایسا ملکہ تھا کہ مقابل پر خواہ کتنی ہی قابلیت کا انسان ہو وہ آپ کے برجستہ جواب سے بے دست و پا ہو کر سر دھنتا رہ جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ خود فرماتے تھے کہ فلاں معاند اسلام سے میری گفتگو ہوئی اور اس نے اسلام کے خلاف یہ اعتراض کیا اور میں نے سامنے سے یہ جواب دیا۔ اس پر وہ تلملا کر کہنے لگا کہ میری تسلی نہیں ہوئی گو آپ نے میرا منہ بند کر دیا ہے۔ فرمانے لگے میں نے کہا تسلی دینا خدا کا کام ہے۔ میرا کام چپ کرا دینا ہے تا کہ تمہیں بتا دوں کہ اسلام کے خلاف تمہارا کوئی اعتراض چل نہیں سکتا۔ یہ درست ہے کہ ان معاملات میں حضرت مسیح موعودؑ کا طریق اور تھا یعنی آپ مخالف کو چپ کرانے کی بجائے اس کی تسلی کرانے کی کوشش فرماتے تھے اور گفتگو میں مخالف کو خوب ڈھیل دیتے تھے مگر ہر اک کے ساتھ خدا کا جداگانہ سلوک ہوتا ہے اور یہ بھی ایک شان خداوندی ہے کہ خصم تسلی پائے یا نہ پائے مگر ذلیل ہو کر خاموش ہو جائے۔ اسی لئے کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ:۔

"ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است"

حضرت خلیفہ اوّل کے دل میں حضرت مسیح موعود کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب 1905ء میں حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں ہمارے نانا جان مرحوم یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے تو ان کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحب کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔ جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے درس و تدریس کا شغل کر رہے تھے۔ اس تار کے پہنچتے ہی آپ بلا توقف وہیں سے اٹھ کر بغیر گھر گئے اور بغیر کوئی سامان یا زاد راہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ان ایام میں قادیان کا ریلوے سٹیشن تھا۔ کسی نے عرض کیا۔ حضرت بلا توقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور اتنے لمبے سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں۔ فرمایا۔ امام کا حکم ہے کہ بلا توقف آؤ اس لئے میں اب ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہوگا۔ خدا نے بھی اس نکتہ کو ایسا نوازا کہ بٹالہ کے سٹیشن پر ایک متمول مریض مل گیا جس نے آپ کو پہچان کر آپ کا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید دینے کے علاوہ ایک معقول رقم بھی پیش کی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ مجھے ارشاد فرمائیں کہ اپنی لڑکی کسی چوہڑے کے ساتھ بیاہ دو۔ (ہندوستان میں چوہڑہ ایک نہایت ادنیٰ اور ذلیل قوم سمجھی جاتی ہے جس کے افراد نیم وحشیوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں اور گھروں میں پاخانہ کی صفائی کا کام کرتے ہیں۔) تو بخدا مجھے ایک سیکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہو۔ یقیناً ایسا پاک جوہر دنیا میں کم پیدا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی حضرت مولوی صاحب کے ساتھ از حد محبت تھی۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زِاُمت نور دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نور دین بن جائے۔ مگر یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔

بارش سے پہلے بادلوں کی گرج

...... جب حضرت مسیح موعودؑ نے خدا سے حکم پا کر اپنے دعویٰ مسیحیت کا اعلان فرمایا تو کس طرح مذہبی دنیا کی فضا بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی کڑک سے گونجنے لگ گئی۔ اسی طرح اب جبکہ خدا کے برگزیدہ مسیح کا موعود خلیفہ مسند خلافت پر قدم رکھ رہا تھا تو دنیا نے پھر وہی نظارہ دیکھا اور احمدیت کے آسمان پر گھٹا ٹوپ بادلوں کی گرجوں نے آنے والے کا خیر مقدم کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات کے وقت وہ اختلاف جو عرفاً مخفی کہلاتا تھا مگر حقیقۃً اب مخفی نہیں رہا تھا یکدم پھوٹ کر باہر آ گیا۔ قادیان کی جماعت کو حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کی خبر اس وقت ملی جبکہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی نماز پڑھا کر مسجد سے باہر آ رہے تھے۔ اس پر سب لوگ گھبرا کر فوراً نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر پہنچے جہاں حضرت خلیفہ اوّل اپنی بیماری کے آخری ایام میں تبدیل آب و ہوا کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے اور قادیان کی نئی آبادی کا کھلا میدان گویا میدان حشر بن گیا۔ بے شک حضرت خلیفہ اوّلؓ کی جدائی کا غم بھی ہر مومن کے دل پر بہت بھاری تھا مگر اس دوسرے غم نے جو جماعت کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے ہر مخلص احمدی کے دل کو کھائے جا رہا تھا اس صدمہ کو سخت ہولناک بنا دیا تھا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے جمعہ کے دن سوا دو بجے کے قریب حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات ہوئی اور دوسرے دن نماز عصر کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ منتخب ہوئے گویا یہ قریباً چھبیس (26) گھنٹہ کا وقفہ تھا جو قادیان کی جماعت پر قیامت کی طرح گزرا۔

اس نظارے کو دیکھنے والے بہت سے لوگ گزر گئے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس کے بعد پیدا ہوئے یا وہ اس وقت اس قدر کم عمر تھے کہ ان کے دماغوں میں ان واقعات کا نقشہ محفوظ نہیں مگر جن لوگوں کے دلوں میں ان ایام کی یاد قائم ہے وہ اسے کبھی بھلا نہیں سکتے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ وہ دن جماعت کے لئے قیامت کا دن تھا اور میرے اس بیان میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں۔ ایک نبی کی جماعت تازہ بنی ہوئی جماعت۔ بچپن کی اٹھی ہوئی امنگوں میں مخمور۔ اور صداقت کی برقی طاقت سے دنیا پر چھا جانے کے لئے بے قرار۔ جس کے لئے دین سب کچھ تھا اور دنیا کچھ نہیں تھی وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی تھی کہ اگر ایک طرف اس کے پیارے امام کی نعش پڑی ہے تو دوسری طرف چند لوگ اس امام سے بھی زیادہ محبوب چیز یعنی خدا کے برگزیدہ مسیح کی لائی ہوئی صداقت اور اس صداقت کی حامل جماعت کو مٹانے کے لئے اس پر حملہ آور ہیں۔ یہ نظارہ نہایت درجہ صبر آزما تھا اور مؤلف رسالہ ہذا نے ان تاریک گھڑیوں میں ایک دو کو نہیں دس بیس کو نہیں بلکہ سینکڑوں کو بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے دیکھا۔ اپنے جدا ہونے والے امام کے لئے نہیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ اس وقت جماعت کے غم کے سامنے یہ غم بھولا ہوا تھا۔ بلکہ جماعت کا اتحاد اور اس کے مستقبل کی فکر میں۔ مگر اکثر لوگ تسلی کے اس فطری ذریعہ سے بھی محروم تھے۔ وہ رونا چاہتے تھے مگر افکار کے ہجوم سے رونا نہیں آتا تھا اور دیوانوں کی طرح ادھر ادھر نظر اٹھائے پھرتے تھے تاکہ کسی کے منہ سے تسلی کا لفظ سن کر اپنے ڈوبتے ہوئے دل کو سہارا دیں۔ غم یہ نہیں تھا کہ منکرین خلافت تعداد میں زیادہ ہیں یا یہ کہ ان کے پاس حق ہے کیونکہ نہ تو وہ تعداد میں زیادہ تھے اور نہ ان کے پاس حق تھا۔ بلکہ غم یہ تھا کہ باوجود تعداد میں نہایت قلیل ہونے کے اور باوجود حق سے دور ہونے کے ان کی سازشوں کا جال نہایت وسیع طور پر پھیلا ہوا تھا اور قریباً تمام مرکزی دفاتر پر ان کا قبضہ تھا اور پھر ان میں کئی لوگ رسوخ والے طاقت والے اور دولت والے تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ چونکہ ابھی تک اختلافات کی کشمکش مخفی تھی اس لئے یہ بھی علم نہیں تھا کہ کون اپنا ہے اور کون بیگانہ اور دوسری طرف جماعت کا یہ حال تھا کہ ایک بیوہ کی طرح بغیر کسی خبر گیر کے پڑی تھی۔ گویا ایک ریوڑ تھا جس پر کوئی گلہ بان نہیں تھا اور چاروں طرف بھیڑیئے تاک لگائے بیٹھے تھے۔

اس قسم کے حالات نے دلوں میں عجیب ہیبت ناک کیفیت پیدا کر رکھی تھی اور گو خدا کے وعدوں پر ایمان تھا مگر ظاہری اسباب کے ماتحت دل بیٹھے جاتے تھے جمعہ سے لے کر عصر تک کا وقت زیادہ نہیں ہوتا مگر یہ گھڑیاں ختم ہونے میں نہیں آتی تھیں۔ آخر خدا خدا کر کے عصر کا وقت آیا اور خدا کے ذکر سے تسلی پانے کے لئے سب لوگ مسجد نور میں جمع ہو گئے۔ نماز کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ایک مختصر مگر نہایت دردانگیز اور موثر تقریر فرمائی اور ہر قسم کے اختلافی مسئلہ کا ذکر کرنے کے بغیر جماعت کو نصیحت کی کہ یہ ایک نہایت نازک وقت ہے اور جماعت کے لئے ایک بھاری ابتلاء کی گھڑی درپیش ہے پس سب لوگ گریہ وزاری کے ساتھ خدا سے دعائیں کریں کہ وہ اس اندھیرے کے وقت میں جماعت کے لئے روشنی پیدا کر دے اور ہمیں ہر رنگ کی ٹھوکر سے بچا کر اس رستہ پر ڈال دے جو جماعت کے لئے بہتر اور مبارک ہے اور اس موقعہ

پر آپ نے یہ بھی تحریک فرمائی کہ جن لوگوں کو طاقت ہو وہ کل کے دن روزہ بھی رکھیں تا کہ آج رات کی نمازوں اور دعاؤں کے ساتھ کل کا دن بھی دعا اور ذکر الٰہی میں گزرے۔ اس تقریر کے دوران میں لوگ بہت روئے اور مسجد کے چاروں کونوں سے گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوئیں مگر تقریر کے ساتھ ہی لوگوں کے دلوں میں ایک گونہ تسلی کی صورت بھی پیدا ہوگئی اور وہ آہستہ آہستہ منتشر ہو کر دعائیں کرتے ہوئے اپنی اپنی جگہوں کو چلے گئے۔

رات کے دوران میں اس بات کا علم ہوا کہ منکرین خلافت کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے حضرت خلیفہ اوّل کی وفات سے قبل ہی ایک رسالہ ’’ایک نہایت ضروری اعلان‘‘ کے نام سے چھپوا کر مخفی طور پر تیار کر رکھا تھا اور ڈاک میں روانہ کرنے کے لئے اس کے پیکٹ وغیرہ بھی بنوا رکھے تھے اور اب یہ رسالہ بڑی کثرت کے ساتھ تقسیم کیا جا رہا تھا۔ بلکہ یہ محسوس کر کے کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات بالکل سر پر ہے آپ کی زندگی میں ہی اس رسالہ کو دور کے علاقوں میں بھجوا دیا گیا تھا۔ اس رسالہ کا مضمون یہ تھا کہ جماعت میں خلافت کے نظام کی ضرورت نہیں بلکہ انجمن کا انتظام ہی کافی ہے البتہ غیر احمدیوں سے بیعت لینے کی غرض سے اور حضرت خلیفہ اوّل کی وصیت کے احترام میں کسی شخص کو بطور امیر مقرر کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ شخص جماعت یا صدر انجمن احمدیہ کا مطاع نہیں ہوگا بلکہ اس کی امارت اور سرداری محدود اور مشروط ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ اشتہار یا رسالہ بیس اکیس صفحے کا تھا اور اس میں کافی مفصل بحث کی گئی تھی اور طرح طرح سے جماعت کو اس بات پر ابھارا گیا تھا کہ وہ کسی واجب الاطاعت خلافت پر رضا مند نہ ہوں۔ جب قادیان میں اس رسالہ کی اشاعت کا علم ہوا اور یہ بھی پتہ لگا کہ قادیان سے باہر اس رسالہ کی اشاعت نہایت کثرت کے ساتھ کی گئی ہے تو طبعاً اس پر بہت فکر پیدا ہوا کہ مبادا یہ رسالہ ناواقف لوگوں کی ٹھوکر کا باعث بن جائے۔ اس کا فوری ازالہ وسیع پیمانہ پر تو مشکل تھا مگر قادیان کے حاضر الوقت احمدیوں کی ہدایت کے لئے ایک مختصر سا نوٹ تیار کیا گیا جس میں یہ درج تھا کہ جماعت میں اسلام کی تعلیم اور حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے مطابق خلافت کا نظام ضروری ہے اور جس طرح حضرت خلیفہ اول جماعت کے مطاع تھے اسی طرح آئندہ خلیفہ بھی مطاع ہوگا اور خلیفہ کے ساتھ کسی قسم کی شرائط وغیرہ طے کرنا یا اس کے خداداد اختیاروں کو محدود کرنا کسی طرح درست نہیں۔ اس نوٹ پر حاضر الوقت لوگوں کے دستخط کرائے گئے تا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہو کہ جماعت کی اکثریت نظام خلافت کے حق میں ہے۔ غرض یہ رات بہت سے لوگوں نے انتہائی کرب اور اضطراب کی حالت میں گزاری۔

دوسرے دن فریقین میں ایک آخری سمجھوتہ کی کوشش کے خیال سے نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر

اخبارالفضل کی اہمیت

حضرت المصلح الموعود خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 29/دسمبر 1954ء کو ربوہ سے اخبارالفضل کی اشاعت کے آغاز پر فرمایا: ’’...... اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے‘‘۔

ہر دو فریق کے چند زعماء کی میٹنگ ہوئی جس میں ایک طرف مولوی محمد علی صاحب اور ان کے چند رفقا اور دوسری طرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور نواب محمد علی خاں صاحب اور بعض دوسرے مؤیدین خلافت شامل ہوئے اس میٹنگ میں منکرین خلافت کو ہر رنگ میں سمجھایا گیا کہ اس وقت سوال صرف اصول کا ہے پس کسی قسم کے ذاتی سوال کو درمیان میں نہ لائیں اور جماعت کے شیرازہ کی قدر کریں۔ یہ بھی کہا گیا کہ اگر منکرین خلافت سرے سے خلافت ہی کے اڑانے کے درپے نہ ہوں تو ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ مومنوں کی کثرت رائے سے جو بھی خلیفہ منتخب ہوگا خواہ وہ کسی پارٹی کا ہو ہم سب دل و جان سے اس کی خلافت کو قبول کریں گے مگر منکرین خلافت نے اختلافی مسائل کو آڑ بنا کر خلافت کے متعلق ہر قسم کے اتحاد سے انکار کر دیا۔ بالآخر جب یہ لوگ کسی طرح بھی نظام خلافت کے قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو ان سے استدعا کی گئی کہ اگر آپ لوگ خلافت کے منکر ہی رہنا چاہتے ہیں تو آپ کا خیال آپ کو مبارک ہو لیکن جو لوگ خلافت کو ضروری خیال کرتے ہیں آپ خدارا ان کے رستے میں روک نہ بنیں اور انہیں اپنے میں سے کوئی خلیفہ منتخب کر کے ایک ہاتھ پر جمع ہو جانے دیں مگر یہ اپیل بھی بہرے کانوں پر پڑی اور اتحاد کی آخری کوشش ناکام گئی۔ چنانچہ جب 14/مارچ 1914ء کو بروز ہفتہ عصر کی نماز کے بعد سب حاضر الوقت احمدی خلافت کے انتخاب کے لئے مسجد نور میں جمع ہوئے تو منکرین خلافت بھی اس مجمع میں روڑا اٹکانے کی غرض سے موجود تھے۔

اس دو ہزار کے مجمع میں سب سے پہلے نواب محمد علی خان صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کی وصیت پڑھ کر سنائی۔ جس میں جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع ہو جانے کی نصیحت کی تھی اس پر ہر طرف سے ’’حضرت میاں صاحب حضرت میاں صاحب‘‘ کی آوازیں بلند ہوئیں اور اسی کی تائید میں مولانا سید محمد احسن صاحب امروہوی نے جو جماعت کے پرانے بزرگوں میں سے تھے کھڑے ہو کر تقریر کی اور خلافت کی ضرورت اور اہمیت بتا کر تجویز کی کہ حضرت خلیفہ اوّل کے بعد میری رائے میں ہم سب کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر جمع ہو جانا چاہئے کہ وہی ہر رنگ میں اس مقام کے اہل اور قابل ہیں۔ اس پر سب طرف سے پھر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے حق میں آوازیں اٹھنے لگیں اور سارے مجمع نے بالاتفاق اور بالاصرار کہا کہ ہم انہی کی خلافت کو قبول کرتے ہیں۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے اس وقت مولوی محمد علی صاحب اور ان کے بعض رفقاء بھی موجود تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے مولوی محمد احسن صاحب کی تقریر کے دوران میں کچھ کہنا چاہا اور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی لیکن لوگوں نے یہ کہہ کر انہیں روک دیا کہ جب آپ خلافت ہی کے منکر ہیں تو اس موقع پر ہم آپ کی کوئی بات نہیں سن سکتے۔ اور اس کے بعد مومنوں کی جماعت نے اس جوش اور ولولہ کے ساتھ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی طرف رخ کیا کہ اس کا نظارہ کسی دیکھنے والے کو نہیں بھول سکتا۔ لوگ چاروں طرف سے بیعت کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے اور یوں نظر آتا تھا کہ خدائی فرشتے لوگوں کے دلوں کو پکڑ پکڑ کر منظورِ ایزدی کی طرف کھینچے لا رہے ہیں۔ اس وقت ایسی ریلا پیلی تھی اور جوش کا یہ عالم تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور بچوں اور کمزور لوگوں کے پس جانے کا ڈر

تھا اور چاروں طرف سے یہ آواز اٹھ رہی تھی کہ ہماری بیعت قبول کریں ہماری بیعت قبول کریں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے چند لمحات کے تامل کے بعد جس میں ایک عجیب قسم کا پُر کیف عالم تھا لوگوں کے اصرار پر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور بیعت لینی شروع کی۔ یکلخت مجلس میں ایک سناٹا چھا گیا اور جو لوگ قریب نہیں پہنچ سکتے تھے انہوں نے اپنی پگڑیاں پھیلا پھیلا کر اور ایک دوسری کی پیٹھوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کے الفاظ دہرائے۔

(الفضل مورخہ 18/مارچ 1914ء صفحہ 3)

بیعت شروع ہو جانے کے بعد مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء اس مجمع سے حسرت کے ساتھ رخصت ہو کر اپنی فرودگاہ کی طرف چلے گئے۔

بیعت کے بعد لمبی دعا ہوئی جس میں سب لوگوں پر رقت طاری تھی اور پھر حضرت خلیفة المسیح ثانی نے اس مجمع میں کھڑے ہو کر ایک دردانگیز تقریر فرمائی جس میں جماعت کو اس کے نئے عہد کی ذمہ داریاں بتا کر آئندہ کام کی طرف توجہ دلائی اور اسی دوران میں کہا کہ میں ایک کمزور اور بہت ہی کمزور انسان ہوں مگر میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ جب اس نے مجھے اس خلعت سے نوازا ہے تو وہ مجھے اس بوجھ کے اٹھانے کی طاقت دے گا اور مَیں تمہارے لئے دعا کروں گا اور تم میرے لئے دعا کرو چنانچہ فرمایا:

’’دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں .... پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے۔ پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی نبی تھے جس کی خبر مسلم میں ہے اور وہی امام تھے جس کی خبر بخاری میں ہے۔ مگر میں پھر کہتا ہوں کہ شریعت اسلامی میں کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہو سکتا.......... خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفاء راشدین کے زمانہ میں ہوئی جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہوگئی تو گھٹتی گئی.......... تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی منہاج نبوت پر حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کے موافق بھیجا اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافت راشدہ کا چلا ہے.......... حضرت خلیفة المسیح مولوی نورالدین صاحب ان کا درجہ اعلیٰ علیین میں ہو...... اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے .... پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا............

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور میں اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں .... میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں۔ میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں دنیا کی ہدایت کر سکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا۔ ہم تھوڑے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہا ہیں۔ تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے۔ تو سنو! اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو۔

میں انسان ہوں اور کمزور انسان۔ مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا۔ تم سے غلطیاں ہوں گی۔ مَیں خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ مَیں چشم پوشی اور درگذر کروں گا۔ اور میرا اور تمہارا متحدہ کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض و غایت کو عملی رنگ میں پیدا کرنا ہے.......... اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لو گے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا۔‘‘

(الفضل مورخہ 21/مارچ 1914ء صفحہ 2)

اس بیعت اور اس تقریر کے بعد لوگوں کی طبیعتوں میں کامل سکون تھا اور ان کے دل اس طرح تسلی پا کر ٹھنڈے ہو گئے تھے جس طرح کہ ایک گرمی کے موسم کی بارش جھلسی ہوئی زمین کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ روح القدس نے آسمان پر سے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی اور خدا کے مسیح کی یہ بات ایک دفعہ پھر پوری ہوئی کہ:۔

’’میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

دعا اور تقریر کے بعد حضرت خلیفة المسیح الثانی نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے شمالی میدان میں قریباً دو ہزار مردوں اور کئی سو عورتوں کے مجمع میں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر حضور کی معیت میں مخلصین کا یہ بھاری مجمع جس کے ہر متنفس کا دل اس وقت رنج و خوشی کے دہرے جذبات کا مرکز بنا ہوا تھا حضرت خلیفہ اوّل کی نعش مبارک کو لے کر بہشتی مقبرہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس مبارک انسان کے مبارک وجود کو ہزاروں دعاؤں کے ساتھ اس کے آقا و محبوب کے پہلو میں سُلا دیا۔

اے جانے والے! تجھے تیرا پاک عہد خلافت مبارک ہو کہ تو نے اپنے امام و مطاع مسیح کی امانت کو خوب نبھایا اور خلافت کی بنیادوں کو ایسی آہنی سلاخوں سے باندھ دیا کہ پھر کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی۔ جا۔ اور اپنے آقا کے ہاتھوں سے مبارکباد کا تحفہ لے اور رضوانِ یار کا ہار پہن کر جنت میں ابدی بسیرا کر۔ اور اے آنے والے! تجھے بھی مبارک ہو کہ تو نے سیاہ بادلوں کی دل ہلا دینے والی گرجوں میں مسندِ خلافت پر قدم رکھا اور قدم رکھتے ہی رحمت کی بارشیں برسا دیں۔ تو ہزاروں کانپتے ہوئے دلوں میں سے ہو کر تختِ امامت کی طرف آیا اور پھر صرف ایک ہاتھ کی جنبش سے ان تھراتے ہوئے سینوں کو سکینت بخش دی۔ آ۔ اور ایک شکور جماعت کی ہزاروں دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ ان کی سرداری کے تاج کو قبول کر۔ تو ہمارے پہلو سے اٹھا ہے مگر بہت دور سے آیا ہے۔ آ۔ اور ایک قریب رہنے والے کی محبت اور دور سے آنے والے کے اکرام کا نظارہ دیکھ۔

اے فخر رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدۂ زراہ دُور آمدۂ

(از کتاب ’سلسلہ احمدیہ‘۔ جلد اول صفحہ 299 تا 327)

☆......☆......☆......☆

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Mian Hanif Ahmad Kamran
Rabwah 0092 47 6212515
15 London Road, Morden SM4 5HT
0044 203 609 4712
0044 740 592 9636

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا

توکّل علی اللہ

(محمود احمد اشرف۔ ربوہ)

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر کام کی خاطر بے شمار اسباب پیدا کر رکھے ہیں۔ یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے۔ ہمارے دین نے ان اسباب کو بروئے کار لانے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ جائز اسباب کو استعمال نہ کرنے کو غلط قرار دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ تعلیم بھی دی ہے کہ اصل بھروسہ ان اسباب پر نہیں بلکہ ان تمام اسباب کو پیدا کرنے والی ہستی یعنی اللہ تعالیٰ پر کرنا ہے۔ اس تعلیم کا نام توکّل ہے۔ اس مادی دنیا میں جہاں ہم اپنے سب کام مادی اسباب کے ذریعے ہی کرتے ہیں اصل توکل اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسباب اور ان کے مفید نتائج ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی ہستی مادی آنکھوں سے بہت دُور ہے۔ پس اسباب کو استعمال کرتے ہوئے توَکّل اللہ تعالیٰ پر کرنے کے لیے ہم اس کی نہاں درنہاں ذات کی معرفت کے محتاج ہیں۔ یہ معرفت نصیب نہ ہو تو انسان کی نظر لازماً اسباب تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ وہ انہیں اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ حالانکہ یہ اسباب تو انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ انسان کوتاہ نظر اور کم فہم رہے۔ اس کی اصل منشاء یہ ہے کہ انسان اس مادی دنیا میں رہتے ہوئے اپنے خالق کو پہچان لے۔ مسبب الاسباب خدا کی یہ شناخت ہی ہے جو حقیقی معنوں میں توَکّل پیدا کرتی ہے۔

وہ لوگ جنہیں خدا کے فضل سے معرفت نصیب ہوتی ہے اور وہ توَکّل کے اعلیٰ مقام پر کھڑے ہوتے ہیں وہ مادی اسباب کی تاریکیوں میں روحانی روشنی پھیلانے والے چراغوں کی مانند ہوتے ہیں۔ افسوس کہ ایسے نابغہ روزگار انسان دنیا میں بہت کم آتے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایک ایسے ہی نادر وجود تھے۔ آپ کی عظیم المرتبت شخصیت میں دوسری متعدد صفات کی طرح توَکّل علی اللہ کی شان بھی بہت نمایاں ہے۔

انسان دراصل اپنی ہر خوبی کے لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے فضل کا محتاج ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ذات پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل تھا کہ آپ نے نیک والدین کے ہاں جنم لیا۔ آپ کے بزرگ والد اور والدہ دونوں بے حد متوکّل اور عاشق قرآن تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پس سعادت اور ایمان کا ایک وافر حصہ آپ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جیسے وجود اللہ تعالیٰ اپنے خاص ارادے سے پیدا فرماتا ہے۔ ان کی تربیت کا انتظام خود اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیارے مسیح علیہ السلام کا سلطان نصیر بنانا تھا۔ آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ امر خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کے اندر دعا کی عادت اور توکل جیسی صفت پیدا کرنے کے لیے آپ سے خاص سلوک فرمایا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی ضرورت کے پیش آنے پر آپ نے استاد سے پوچھا کہ کیا تدبیر کروں اس نے جواب دیا کہ افسوس اس مطلب کے حصول کے لیے میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے آپکی راہ نمائی فرمائی اور آپ سے کہا کہ ہمت سے کام لو اور دعا کرو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ کا مطلب پورا ہو گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 3)

انسان کو خدا کی معرفت کا جس قدر حصہ ملا ہو اسی قدر وہ مادہ پرستی سے دُور ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو ایک ایسی فطرت عطا ہوئی تھی جو خدا تعالیٰ کی طرف جھکی ہوئی اور مادی اسباب پر بھروسہ کرنے سے سخت متنفر تھی۔ چنانچہ پنڈ دادن خان سکول کا واقعہ اس پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ وہاں ایک سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے تو ایک دن انسپکٹر سکول وہاں آ گیا۔ حضور اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے انسپکٹر صاحب کو بھی کھانے میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ آپ کی اس دعوت کو قبول کرنے یا اس کا شائستگی سے جواب دینے کی بجائے اس نے کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں مَیں انسپکٹر مدارس ہوں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے کہا کہ آپ بڑے نیک آدمی ہیں اساتذہ سے کھانا نہیں کھاتے۔ یہ کہہ کر آپ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور انسپکٹر اپنے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا رہا۔ پھر اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے کہا کہ کسی لڑکے کو بھیج دیں کہ وہ میرا گھوڑا تھام لے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس سے کہا کہ لڑکے تو یہاں پڑھنے کے لیے آتے ہیں گھوڑے تھامنے کے لیے تو نہیں آتے۔ پھر اس نے کہا کہ میں لڑکوں کا امتحان لوں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے لڑکوں کو امتحان کے لیے تیار کر دیا اور انسپکٹر نے ان کا امتحان لیا۔ پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے لائق ہیں اور آپ نے بڑی عمدہ اسناد حاصل کر رکھی ہیں اسی لئے آپ کو اس قدر ناز ہے۔ یہ بات سن کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس کو کہا کہ ہم اس ایک بالشت کے کاغذ کو خدا نہیں سمجھتے۔ اور ایک شخص کو کہا کہ بھائی ذرا اس کو نکال کر لاؤ۔ وہ لایا تو آپ نے اس کے سامنے ہی پھاڑ ڈالا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب سے مَیں نے اس ڈپلومہ کو پھاڑا ہے تب سے ہی میرے پاس اس قدر روپیہ آتا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد 3)

دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس پر حقیقی توکل کا ایک لازمی نتیجہ استغناء ہے۔ جب انسان کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے تو وہ لوگوں سے ایک رنگ میں بے نیاز ہو جاتا ہے یعنی ان کو اپنا حقیقی حاجت روا نہیں سمجھتا بلکہ زیادہ سے زیادہ انہیں خدا کے فضل کا وسیلہ قرار دیتا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی شخصیت میں یہ استغناء اور دنیا اور اس کے اسباب سے بے نیازی ایک عجیب شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔ آپ 16 سال تک مہاراجہ کشمیر کے ہاں ملازم رہے جو اسّی ہزار مربع میل کا مالک اور قریباً 25 لاکھ نفوس پر حکمران تھا اور 48 ہزار فوج اس کے ادنیٰ اشارے پر حرکت میں آ جاتی تھی۔ اس کی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ کو دیکھ کر بڑے بڑے لوگوں کے لئے اس کی خوشامد اور چاپلوسی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ مگر مہاراجہ کے دربار میں آپ کی حق گوئی، جرأت اور خودداری مشہور تھی۔ مہاراجہ کشمیر بارہا اپنے دربار میں سب کے سامنے بیٹھے ہوئے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے تم سب اپنی اپنی غرض لے کر میرے پاس جمع ہوئے اور میری خوشامد کرتے ہو لیکن صرف ایک شخص ہے جس کو میں نے اپنی غرض کے لئے بلایا ہے اور مجھے اس کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد 3۔ صفحہ 91)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح رزق دے گا جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں غیب سے آپ کو رزق عطا فرمایا۔ آپ کے تعلق باللہ اور توکل علی اللہ کا نتیجہ یہ بھی تھا کہ بارہا ایسے واقعات بھی ہوئے کہ آپ نے کسی چیز کی خواہش کی اور خدا تعالیٰ نے وہ پوری فرما دی۔ یعنی کامل توکل کے باعث آپ کی خواہش ہی مقبول دعا کا رنگ رکھتی تھی۔ یوں لگتا ہے جیسے آپ ایک پیارے بچے کی طرح اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے آپ سے اس سلوک کا کچھ اندازہ کرنے کے لئے آپ کے ایک سفر کی کہانی یہاں بیان کرنا مناسب ہوگا۔ ایک مرتبہ آپ اپنے ایک بھتیجے کو ساتھ لے کر بھیرہ سے جموں جانے کے لئے نکلے۔ آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا اس لئے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لیں لیکن پھر ایسا کرنے سے طبیعت میں انقباض پیدا ہو گیا اور آپ خالی جیب ہی گھر سے چل دیئے۔ راستہ میں آپ کو خیال آیا کہ اپنے بھتیجے کو لاہور دکھا دیں۔ چنانچہ آپ لاہور گئے اور چند دن لاہور میں رہے اور پھر جموں کے لئے روانہ ہوئے۔ اس سارے سفر میں ہر بار اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے زادراہ کا سامان غیب سے فرمایا۔ اسی مذکورہ بالا سفر میں آپ کا لاہور سے بذریعہ ریل وزیرآباد اور پھر بذریعہ یکہ جموں جانا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں جسے پڑھ کر انسان کو یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ ایک غیر معمولی اور خارق عادت سلوک تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

کچھ دن لاہور رہنے کے بعد جب چلنے لگے تو شیخ صاحب نے اپنی گاڑی میرے لئے منگوا دی.......... اسٹیشن پر مجھے یقین تھا کہ میں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ پیسہ تو پاس ایک بھی نہ تھا لیکن یقین ایسا کامل تھا کہ اس میں ذرا بھی تزلزل نہ تھا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئے۔ ٹرین بھی آئی۔ مسافر بھی سوار ہو گئے۔ اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب گاڑی چلنے کو ہی تھی تو ایک آدمی کو (پلیٹ فارم پر۔ ناقل) دیکھا کہ وہ نوردین نوردین پکارتا ہوا دور تک چلا گیا۔ اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا کہ وہ چل کر پھر رک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا وہاں سے تین ٹکٹ لایا۔ ایک اپنا اور دو ہمارے۔ ساتھ ہی ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھلوایا اور ہم تینوں سوار ہوئے۔ ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اس نے مجھ کو کہا آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ میں نے نسخہ لکھ دیا اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا کہ یہ کہاں تک کے ہیں۔ ٹکٹ وہیں تک کے تھے جہاں ہم کو جانا تھا یعنی وزیرآباد۔ وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اتر گیا۔ ہم وزیرآباد پہنچے.......... وزیرآباد سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی علاج کا موقع نہیں۔ مجھ کو جانے کی جلدی ہے۔ اس نے کہا میرا بھائی جو میرے ساتھ ہے یہ آگے اڈے پر جاتا ہے اور یکہ کرایہ کرتا ہے۔ اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں۔ آپ کو اڈے پر پہنچ کر یکہ تیار ملے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی ماں کو دیکھا اور نسخہ لکھا۔ جب میں وہاں سے چلا تو اس شخص نے چلتے چلتے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیئے جن کو میں نے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر گن لیا معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈے پر پہنچے تو اس کا بھائی اور یکہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکہ والا کہتا تھا کہ دس روپیہ لوں گا اور وہ کہتا تھا کہ کم۔ میں نے کہا کہ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں دس روپیہ کرایہ ٹھیک ہے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ 241۔242)

بہت ہی کم لوگ ہوں گے جو بالکل خالی جیب لے کر ایک طویل سفر پر نکل سکیں۔ اور جو ایسی جرأت کر سکتے ہیں ان میں سے بھی اکثر اپنی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا کریں گے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا بھروسہ اسباب پر یا اپنی ذات پر نہیں تھا بلکہ محض خدا تعالیٰ پر تھا۔ بظاہر یوں ہی نظر آتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ طب کے ذریعے رزق دیتا تھا لیکن درحقیقت آپ کا توکل اپنے فن طب پر بھی نہیں تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں اگر نوردین کے پاس طبابت کا پیشہ نہ ہوتا تو پھر ہم دیکھتے کہ آپ کس طرح محض توکل پر گزارہ کرتے ہیں۔ اس سوال کا جو جواب حضور نے دیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے جناب ایڈیٹر صاحب الحکم لکھتے ہیں: ’’ایک روز بعد مغرب مَیں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ چند اور احباب بھی موجود تھے۔ فرمایا بیماری کا ابتلا بھی عجیب ہوتا ہے۔ اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ اور آمدنی کم ہو جاتی ہے اور دوسرے لوگوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ میری آمدنی کا ذریعہ بظاہر طب تھا۔ اب اس رشتہ کو بھی اس بیماری نے کاٹ دیا ہے۔ جو لوگ میرے حالات سے واقف نہیں۔ وہ جانتے تھے کہ اس کو طب ہی کے ذریعہ ملتا ہے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو بھی درمیان سے نکال دیا۔ میری بیوی نے آج مجھے کہا کہ ضروریات کے لئے روپیہ نہیں۔ اور مجھے یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب! آپ نے کبھی بیماری کے وقت کا خیال نہیں کیا کہ بیماری ہو تو گھر میں دوسرے وقت ہی کھانے کو نہ ہوگا۔ میں نے اسے کہا کہ ’میرا خدا ایسا نہیں کرتا‘۔ میں روپیہ تب رکھتا جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا۔ ......حضرت یہ بیان کر ہی رہے تھے کہ شیخ تیمور صاحب نے مجھے کہا کہ حضرت کی ڈاک میں ایک خط آیا ہے کہ ایک شخص نے ایک سو پچیس روپے ذات خاص کے لئے ارسال کئے ہیں۔‘‘ (حیات نور صفحہ 471)

اپنی کل کی ضروریات کے لئے کچھ رقم بچا کر رکھنا نہ صرف جائز بلکہ عام انسانوں کے لئے ایک مستحب بات ہے۔ مگر صوفیاء نے لکھا ہے کہ عام لوگوں کی نیکیاں ابرار کی

برائیاں ہوتی ہیں۔ بالعموم روپے پیسے کو بچا کر رکھنا انبیاء اور اولیاء کی سنت نہیں ہے۔ وہ اسے توکل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس شان کا توکل کرنا انسان کے لئے ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بشارتیں حاصل نہ کر چکا ہو۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو ایسا تعلق باللہ اسی کے فضل کے ساتھ حاصل تھا۔ آپ نے اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اگر کسی جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 595)

اس سے مراد تو یہی ہے کہ ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں بھی اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ضروریات پوری فرمائے گا۔ تاہم واقعۃً ایک مرتبہ ایک بیابان میں بھی خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ محترم حکیم محمد صدیق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ "ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بُھول گئے۔ اور کہیں دُور نکل گئے۔ کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے سخت ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ نورالدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے میں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی۔ ٹھہرو! ٹھہرو۔ جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آ رہے تھے۔ جب پاس آئے تو انہوں نے کہا۔ ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا۔ گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی بہت ہے آپ کھالیں۔ چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا"۔ فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا۔"
(حیات نور ایڈیشن اوّل صفحہ 169)

قریشی امیر احمد صاحب بھیروی کی شہادت ہے کہ ہمارے سامنے حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں شیخ محمد چٹھی رساں کتابوں کا ایک وی پی لایا جو سولہ روپے کا تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ یہ کتابیں مجھے بہت پیاری ہیں اور میں نے بڑے شوق سے منگوائی ہیں۔ لیکن اب ان کی قیمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میرے مولیٰ کا میرے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ سولہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔ چنانچہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک ہندو اپنا ایک بیمار لڑکا لے کر آیا۔ حضرت نے نسخہ لکھ دیا۔ ہندو ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چل دیا۔ آپ نے اسی وقت سجدہ شکر کیا اور فرمایا کہ میں اپنے مولیٰ پر قربان جاؤں کہ اس نے تمہارے سامنے مجھے شرمندہ نہیں کیا۔ اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری عادت ہی مانگنے کی نہیں۔ پھر ہو سکتا تھا کہ وہ صرف ایک روپیہ دیتا یا اشرفی ہی دیتا۔ مگر میرے مولیٰ نے اسے مجبور کیا کہ میرے نورالدین کو سولہ روپے کی ضرورت ہے اس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی ضرور رکھو۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 556)

غیب سے انسان کی تمام ضرورتیں بروقت پوری ہونے کا سامان اس طرح ہو جانا جبکہ بظاہر عام اسباب کو اختیار نہ کیا گیا ہو بلاشبہ ہم جیسے عام انسانوں کے روزمرہ کے تجربے سے بہت مختلف بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ غیر معمولی سلوک جو ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی میں نظر آتا ہے وہ اتنا شاذ کیوں ہے۔ اس کا جواب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑھ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کُل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو۔ اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق وصفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے اس کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہو گا جس نے مدت سے اپنے چہرہ چھپا لیا ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ نمبر 11)

پس حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ غیر معمولی سلوک آپ کے غیر معمولی تقویٰ اور تعلق باللہ کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کے سلوک کا ایک اور بھی حیرت انگیز واقعہ تاریخ احمدیت میں رقم ہے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت نانا جان دارالضعفاء یا نور ہسپتال کے چندے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔ مگر حضرت نانا جان نے کئی بار اصرار کیا۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے کپڑا اٹھایا اور وہاں سے ایک پونڈ اٹھا کر دے دیا اور فرمایا اس پر صرف نورالدین نے ہاتھ لگایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کو کوئی ضرورت پیش آئی تو آپ نے دعا مانگی۔ مصلیٰ اٹھایا تو ایک پونڈ پڑا ہوا تھا۔
(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 556)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے کہ: "تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں اور آخر وہی ہو گا جو خدا کا ارادہ ہو گا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے"۔

ہم نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو توکل کے ایک عظیم الشان مقام پر کھڑے ہونے کی طاقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مختصر سے فقرے کو غور سے پڑھیں اس میں توکل کے متعلق اٹھنے والے کئی سوالات کے جوابات موجود ہیں۔ اسباب خدا تعالیٰ کے ہی پیدا کردہ ہیں اس لئے ان کا استعمال منع نہیں۔ ہاں مومنوں کو حکم یہ ہے کہ وہ ان اسباب کو خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق بروئے کار لائیں۔ اور ان کو استعمال کر کے جب کسی کوشش و تدبیر کا نتیجہ نکلے تو یہ نہ سمجھیں کہ ان کی کوشش سے یہ ہوا۔ ایک مومن کے نزدیک اسباب از خود کوئی نتیجہ پیدا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ اسباب بیکار ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔ انسان کوئی دوا یا تدبیر کر سکے یا نہ کر سکے اور اپنی ایمانی قوت اور معرفت کے مطابق محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرے ہر دو صورتوں میں نتیجہ وہی نکلے گا جو خدا تعالیٰ کا ارادہ ہو گا۔ لیکن توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ان عظیم وجودوں میں سے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اس دوسرے مقام کے لئے چن لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات نظر آتے ہیں جب ظاہری اسباب کی غیر موجودگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد معجزانہ طور پر آپ کے شامل حال ہوئی۔ اسباب سے بھری اس مادی دنیا میں خُدا کا منشاء یہی ہے کہ ہم اسباب کو کام میں لاتے ہوئے اس کی وراء الوراء ذات پر ایمان رکھیں۔ لیکن وہ اپنے فضل سے ایسے وجود بھی پیدا کرتا ہے جو مادی اسباب سے بعض اوقات کام نہیں بھی لیتے تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مسبب الاسباب ذات کا چہرہ ایسے وجودوں کی زندگیوں میں دیکھ لیں۔

مومن کے لئے توکل محض ایک فلسفہ نہیں ہے بلکہ یہ اس کی عملی زندگی کا پورا لائحہ عمل ہے۔ جب اس کے پاس کوئی اسباب نہیں ہوتے اور وہ بظاہر بے یار ومددگار نظر آتا ہے تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اس لئے کسی غم اور حزن کا شکار نہیں ہوتا۔ مایوسی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔ وہ پورے جوش کے ساتھ اپنی بے بسی کے باوجود تندہی سے مصروف کار رہتا ہوا اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور جب اسے طاقت حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے تو وہ شیخی نہیں بگھارتا بلکہ سمجھتا ہے کہ اس کی کوششوں میں بہت سے رخنے ہیں اور وہ خدا کے فضلوں کا پہلے سے بھی بڑھ کر محتاج ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان توکل کا ایک نظارہ ہمیں فتنہ انکار خلافت کے موقع پر نظر آتا ہے۔ جماعت میں مولوی محمد علی صاحب کی شخصیت بادی النظر میں بلاشبہ بہت نمایاں تھی۔ آپ صدر انجمن کے ایک سرکردہ ممبر تھے۔ دینی اور دنیوی طور پر ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان تھے۔ چنانچہ جب خلافت کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوا تو بعض صحابہ کے دل میں مولوی محمد علی صاحب کی اسی نمایاں شخصیت کی وجہ سے یہ خیال گزرا کہ اگر وہ جماعت سے الگ ہو گئے تو گویا اس سے بڑا نقصان ہو گا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ مولوی محمد علی صاحب کے لئے بڑا حسن ظن رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں خلافت کا بارگراں اٹھانے کی درخواست کی گئی تو آپ نے نہایت عجز وانکسار کا اظہار فرمایا۔ اور چار عمائدین سلسلہ کے نام پیش کئے کہ آپ کی بجائے ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ ان میں مکرم مولوی محمد علی صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ پس مولوی محمد علی صاحب کی شخصیت اپنی قابلیت اور خدمات کی وجہ سے بہت نمایاں اور معتبر تھی۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی ان لوگوں میں سے تھے جو ان پر خاص حسن ظن رکھتے تھے۔ وہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس سخت گھبراہٹ کے عالم میں آئے اور عرض کی کہ بڑی خطرناک بات ہو گئی ہے۔ آپ جلدی کوئی فکر کریں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری یہاں سخت ہتک ہوئی ہے میں اب قادیان میں نہیں رہ سکتا۔ آپ جلدی سے کسی طرح ان کو منوالیں ایسا نہ ہو کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے توکل علی اللہ کی بلند شان نظر آتی ہے۔ آپ نہ صرف محمد علی صاحب کی خدمات کے معترف تھے بلکہ آپ کو یہ بھی اندازہ تھا کہ یہ فتنہ ظاہری طور پر جماعت کے لئے کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ مگر آپ نے اس موقع پر بڑے اطمینان سے فرمایا ڈاکٹر صاحب میری طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو جا کر کہہ دیں کہ اگر انہوں نے کل جانا ہے تو آج ہی قادیان سے تشریف لے جائیں۔
(تاریخ احمدیت جلد سوم) اب ظاہر ہے کہ جو شخص ظاہری اسباب پر بھروسہ رکھتا ہے وہ ایسی بے نیازی نہیں دکھا سکتا جو اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے دکھائی۔ ایک عام انسان جسے پورا توکل نصیب نہیں ہوتا ایسے مواقع پر حکمت اور مصلحت کے نام پر بیسیوں تدابیر کو کام میں لانے کا سوچتا ہے۔ مگر یہی وہ مواقع ہیں جہاں اہل اللہ کا عظیم الشان توکل ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی سیرت کے اس عظیم الشان پہلو کا مطالعہ اللہ کی وراء الوراء ہستی پر ہمارے ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ غیر معمولی سلوک تھا۔ اس کو دیکھ کر ہم بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بناتا ہے اور اس دوستی کا حق ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر دوست سے بڑھ کر ہر موقع پر اس کا معاون اور مددگار ہوتا ہے۔ اس پر حقیقی توکل کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوتا بلکہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے درجات ہمیشہ بلند کرتا رہے اور ہمیں اپنے فضل سے اپنی حقیقی معرفت، تقویٰ اور سچا توکل عطا کرے۔

☆......☆......☆

نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مُداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے۔ جو اُسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے، اخلاق کو درست کرتی ہے، دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔ لذّات جسمانی کے لیے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اُسے ملتا ہے۔ **قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔ نماز خواہ نخواہ کا ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبودیت کو ربوبیت سے ایک ابدی تعلق اور کشش ہے اس رشتہ کو قائم رکھنے کے لیے خدا تعالیٰ نے نماز بنائی ہے اور اس میں ایک لذت رکھ دی ہے جس سے یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ جیسے لڑکے اور لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے اگر ان کے مِلاپ میں ایک لذت نہ ہو تو فساد ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر نماز میں لذت نہ ہو تو وہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ دروازہ بند کر کے دعا کرنی چاہئے کہ وہ رشتہ قائم رہے اور لذّت پیدا ہو۔ جو تعلق عبودیت کا ربوبیت سے ہے وہ بہت گہرا اور انوار سے پُر ہے جس کی تفصیل نہیں ہو سکتی۔ جب وہ نہیں ہے تب تک انسان بہائم ہے۔ اگر دو چار دفعہ بھی لذت محسوس ہو جائے تو اس چاشنی کا حصہ مل گیا، لیکن جسے دو چار دفعہ بھی نہ ملا وہ اندھا ہے۔"**

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 591، 592۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

جاپانیوں کی مذہبی زندگی پر ایک نظر

نجیب اللہ ایاز۔ سیکرٹری اشاعت۔ جماعت احمدیہ جاپان

جاپان میں 3 مذہبی فلسفے پائے جاتے ہیں جن میں سرِفہرست شنٹوازم اور بدھ ازم ہیں۔ گو کہ جاپانیوں کا ان کی طرف رجحان بالکل نظر نہیں آتا تاہم ان کی روایات اور کلچر میں ان فلسفوں کا عمل دخل آج بھی موجود ہے۔ ایک جائزہ کے مطابق جاپان کی آبادی کے 85 فیصد لوگ شنٹوازم اور بدھ ازم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جاپانی لوگ Dual Faith کی صورت میں ان دونوں فلسفوں کو بیک وقت تسلیم کرتے ہیں۔ ایک اور فلسفہ کنفیوشس ازم کا ہے لیکن جاپان میں کنفیوشس ازم کو علیحدہ تصور نہیں کیا جاتا بلکہ بدھ ازم کا حصہ جانا جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جاپان میں ان تینوں فلسفوں کو مذہب کے طور پر تصور نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کو کلچر کا ایک حصہ جانا جاتا ہے۔ 2005ء میں جاپان کے ایک مقبول اخبار 'ڈیلی یومی اوری' (Daily Yomiuri) نے مذہب کے متعلق لیا گیا ایک جائزہ شائع کیا، جس میں 85 فیصد لوگوں نے شنٹوازم اور بدھ ازم کو مذہب کی بجائے اپنے کلچر کا ایک حصہ بیان کیا۔ جبکہ صرف 23 فیصد افراد نے ان کو مذہب کے طور پر تسلیم کیا۔

شنٹوازم

شنٹوازم جاپان کا قدیم اور ثقافتی مذہب ہے۔ معلوم تاریخ کے مطابق شنٹوازم جاپان کی ایک قدیم نسل یاماٹو کا قومی مذہب تھا۔ جس کی بنیاد مناظرہ فطرت پر مبنی تھی۔ آہستہ آہستہ جب یہ قوم جاپان پر حاکم ہوئی تو مرکزی اور بیرونی نظام کو مستحکم کرنے کے لئے اس کو پھیلایا گیا۔ شنٹوازم کی کوئی مبینہ مذہبی کتاب نہیں ہے نہ ہی اس کی کوئی معین تعلیم نظر آتی ہے۔ موجودہ شنٹوازم میں جن کتابوں کو اوتار کا درجہ دیا جاتا ہے ان میں سب سے پہلی کتابیں 'کوجیکی' (Record of Ancient Matters) جو 1912ء میں لکھی گئی اور 'نی ہون شوکی' (Chronicles of Japan) جو 1920ء میں لکھی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت کے شہنشاہ یاسومارو (yasomaro) کی ہدایت پر لکھی گئیں جس کی ایک وجہ جاپان میں بدھ ازم کی آمد قرار دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً 20 کتابیں اوتار کے طور پر شمار کی جاتیں ہیں جن میں مختلف وقتوں کہ مختلف شہنشاہوں کے کارنامے اور اس دور کے حالات درج ہیں۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ شنٹوازم کی مذہبی احکامات پر مشتمل کوئی کتاب نظر نہیں آتی یہ ساری کتابیں جن کا میں نے ذکر کیا ان سب میں جاپان کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ان میں کسی قسم کے کوئی احکامات یہ تعلیم نظر نہیں آتی۔

دوسری جنگ عظیم میں بدترین شکست کھانے کے بعد جاپان میں شہنشاہیت کو بچانے اور اس فلسفہ کو زندہ رکھنے کے لئے شاہی خاندان کی پشت پناہی میں، شنٹو فلسفہ اور احکامات پر مبنی بہت سی کتابیں لکھیں گئیں۔

(بحوالہ 'گندائی شی' (Modern History of Japan) مطبوعہ 1961ء)

شنٹوازم کائنات کی ہر ایک چیز میں خدا کے ہونے کا، اور اپنے تئیں محفوظ رکھنے کے لئے ان کی پوجا کی جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے اسلاف کی ارواح کی پوجا کرنے کا تصور بھی اسی حکمت کے تحت پیش کرتا ہے کہ وہ بھی انسان کی حفاظت پر معمور ہیں۔ ہر ایک مقام کی ہر ایک چیز کی حفاظت کرنے کے لئے اس مقام کا یا اس چیز کا خدا موجود ہے جن کی پوجا کرنا انسان پر فرض ہے۔ مقامی خداؤں کو خوش کرنے اور ان کی پوجا کرنے کے لئے جاپان میں سینکڑوں دعائیہ فیسٹیول کئے جاتے ہیں۔ گو آج انہیں ایک کلچرل ایونٹ کے طور پر مذہبی رنگ نہیں دیا جاتا لیکن ان کی بنیاد شنٹو ازم کا ہی فلسفہ ہے۔ یاماٹو نسل نے اپنے حکومتی نظام کو مستحکم کرنے کے لئے ایک نیا فلسفہ بھی پیش کیا کہ 'شہنشاہ جاپان مقدس روح ہے اور تمام قوتوں کا منبع ہے' یہ فلسفہ بھی شنٹوازم کے بنیادی فلسفوں میں شمار ہوتا تھا۔ بعد ازاں 1946ء میں شہنشاہ ہیروہیٹو (HiroHito) نے اپنے انسان ہونے کا اعلان کیا جس سے اس فلسفہ کو رد کر دیا گیا۔ جاپانی معاشرہ میں شنٹوازم کا عمل دخل آج بھی موجود ہے جیسے کہ نئے سال کہ موقع پر شنٹو ٹیمپل پر دعا کر کے سال نو کا آغاز، بچے کی پیدائش اور وفات سے متعلقہ رسومات، ہر ٹیمپل سے تعلق رکھنے والے سالانہ تہواروں میں شرکت اور قدرتی مناظر میں سے خاص طور پر موسم بہار میں پھول دیکھنے جانا جیسی رسومات اسی مذہبی پس منظر سے تعلق رکھتی ہیں۔

بدھ ازم

شنٹوازم اور جاپان کی قدیم تاریخی کتاب 'نی ہون شوکی' (Chronicles of Japan) جو 720ء میں لکھی گئی کے مطابق بدھ ازم 552ء میں چین سے جاپان میں داخل ہوا۔ شہنشاہ 'کن مے' (Kinme(539-571 نے اپنے وزراء یا درباریوں سے بدھ ازم کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے بارہ میں رائے لی تو شنٹوازم کے priests نے بدھ ازم کی سخت مخالفت کی، لیکن تاجروں اور سیاستدانوں نے یہ موقف پیش کیا کہ جاپان کے مغرب میں واقع تمام ممالک بدھ ازم کو تسلیم کر چکے ہیں، ہم لوگ اس کا اثر قبول کئے بغیر کس طرح نظم ونسق چلائیں گے۔ ان میں سے بھی سوگانو ای نامے sogano iname (575~506ء) نامی شخص جو Katsuragi ریاست کا حکمران تھا نے بدھ ازم میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ شہنشاہِ وقت نے اس بات کو قبول کر لیا اور ایک ٹیمپل تیار کر کے اسمیں چین سے آئی ہوئی مورتیاں رکھوا دیں۔ چند سالوں بعد جاپان بھر میں ایک مہلک بیماری پھیل گئی اور کثرت سے اموات ہوئیں، اس پر جاپانی عوام نے یہ تاثر لیا کہ غیر ملکی مذہب اور خدا کو ماننے کا نتیجہ ہے کہ ہمارے خدا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ لہذا اس کے ردعمل میں انہوں نے بدھ ازم کے اس ٹیمپل کو آگ لگا دی اور مورتیاں پھینک دیں۔

اس پر سوگانو ای نامے کی اولاد نے مسلح جدوجہد شروع کر دی اور ملک میں خانہ جنگی کا آغاز ہو گیا۔ اس کے بعد ایک شہزادہ Shoutoku نے بدھ ازم قبول کر لیا اور باقاعدہ سوگانو ای نامے کی اولاد کی مدد کرنی شروع کی۔ shoutoku کے بدھ ازم قبول کرنے کے بعد جاپان کے تاریخی علاقہ Nara میں بدھسٹ ٹیمپل تعمیر کیا جو اس وقت بھی جاپان کے قدیم ترین ٹیمپلز میں سے ایک ہے۔ نیز اس نے چین سے آنے والی تین کتب کا جاپانی ترجمہ کروا کے تفسیر شائع کی۔ جس کے ساتھ ہی جاپان میں بدھ ازم رائج ہونا شروع ہوا۔

گویا یہ پہلا شخص تھا جس نے جاپانی قوم کو باقاعدہ مذہب اور اخلاقی تعلیم سے روشناس کروایا۔ ان کتب اور تعلیمات کی روشنی میں جاپان کا پہلا آئین تیار ہوا جس میں سترہ معروف نکات شامل تھے۔ اس کے بعد بدھ ازم اور جاپان کا ملکی نظام لازم وملزوم ہو گئے اور جاپانی معاشرہ اور ثقافت میں باقاعدہ عمل دخل شروع ہو گیا۔

840ء میں جاپان میں بدھ ازم اپنے عروج کو پہنچ گیا اور پہلے سے موجود شنٹوازم کی وجہ سے dual faith کے تصور نے بھی ایسی جڑ پکڑی کہ سیکڑوں سال گذرنے کے باوجود ابھی تک یہ ویسے کا ویسا ہے۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا، جاپانی سیاست میں بدھ ازم کا عمل دخل بھی زور پکڑنے لگا اور سیاسی فیصلے بدھسٹ priests کے مرہون منت ہونے لگے۔

Kanmu بادشاہ نے اپنے دورِ بادشاہت میں کچھ لوگوں کو بدھ ازم کی اصلی تعلیم کے حصول کے لیے چین بھجوایا، جن کی واپسی کے بعد جاپان میں بدھ ازم فرقہ واریت نے جنم لیا۔

840ء کے بعد بدھ ازم نے ایک نئی صورت میں جنم لیا اور باقاعدہ ایسے اصول مرتب کئے گئے جن کے نتیجہ میں مذہب کو سیاست سے الگ کیا گیا۔ اس کے بعد ایسی مختلف سوچوں نے جنم لیا کہ اِس وقت جاپان میں بدھ ازم کے تیرہ مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں جن کے اندر فرقوں کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔

اس وقت بھی جاپانی معاشرہ میں بچہ کی پیدائش سے لے کر وفات تک بہت ساری رسومات ایسی ہیں جن میں بدھسٹ تعلیمات کا اثر نظر آتا ہے۔ اور یہ روایات ایسی راسخ اور ملی جلی ہیں کہ بعض دفعہ تفریق کرنی مشکل ہو جاتی ہے کہ کہاں سے شنٹو ازم کی حدود ختم ہوتیں اور بدھ ازم کی شروع ہوتی ہیں۔

کنفیوشس ازم

کنفیوشس ازم 512ء میں چین سے جاپان میں داخل ہوا۔ جاپان میں اس کو فوری پذیرائی ملنی شروع ہوئی اور بچوں کی تعلیمی ضروریات کے لیے کنفیوشس کی اخلاقی تعلیم سے مدد لی جانے لگی۔ Tenchi بادشاہ کے دور میں جاپان کے حکومتی اور فوجی اداروں کی تربیت کے لیے بھی کنفیوشس کی تعلیمات پڑھائی جانے لگیں۔ جب بدھ ازم نے ریاستی سرپرستی حاصل کر لی تو اس کے ساتھ ہی کنفیوشس ازم کے زوال کا آغاز ہوا۔

لمبے عرصہ بعد 1199ء میں کنفیوشس کے بارہ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے 250 کے قریب کتب چین سے منگوائی گئیں اور کنفیوشس ازم اور بدھ ازم باہم ملنا شروع ہو گئے۔ آج بھی بدھ ازم کی تعلیمات میں کنفیوشس کی اخلاقی تعلیم کے نمونے جگہ جگہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس وقت جاپان میں کنفیوشس ازم کی کوئی علیحدہ شناخت نظر نہیں آتی لیکن بدھ ازم، شنٹو ازم کی تعلیمات کے تمام اخلاقی نمونے اور کنفیوشس کی تعلیمات سے لئے گئے ہیں۔

طاؤازم

طاوازم چینی اور جاپانی مذاہب میں سے سب سے قدیم مذہب ہے۔ جس کے فلسفہ کی بنیاد فطرت اور قدرت پر ہے۔ اسکا فلسفہ کسی حد تک شنٹوازم سے ملتا ہے۔ چینی لوگوں کی معاشرتی زندگی، اخلاقیات او رموجودہ مذاہب میں طاوازم کی جڑیں بہت گہری نظر آتی ہیں۔ اور گو کہ یہ مذہب اپنی الگ پہچان کے طور پر زیادہ موثر نہیں ہے لیکن دیگر مذاہب اور اخلاقیات میں ضم ہو چکا ہے۔ اس مذہب میں وحی کا تصور بھی موجود ہے اور اس کا سب سے قدیم ٹیمپل چین کے ایک مشہور پہاڑ Mount Tai پر واقع ہے۔

اس مذہب کو جاپان میں پذیرائی نہیں مل سکی اس کی وجوہات میں سے ایک نمایاں وجہ یہ بھی ہے کہ جاپانی کلچر میں شنٹوازم کی ایسی چھاپ موجود ہے کہ طاؤازم کا اس کے سامنے ٹھہرنا ممکن نہ رہا۔

عیسائیت

جاپان میں عیسایت کا داخلہ 1549ء میں ہوا جب سپین کا ایک عیسائی پادری Francisco de Xavier اپنے ساتھیوں کے ساتھ براستہ ہندوستان جاپان میں داخل ہوا۔ جاپانیوں نے عیسائیت کے جاپان میں داخل ہونے پر سخت مزاحمت کی ۔ Oda Nobunaga جو موجودہ آئی چی پریفکچر کا حکمران تھا اور اُس وقت owari no kuni کہا جاتا تھا، نے عیسائیوں کو پناہ دے کر کام کرنے کی اجازت دی۔ جب عیسائیوں کی تعداد کچھ بڑھنی شروع ہوئی تو انہوں نے بدھسٹ اور شنٹو ازم کے مذہبی لیڈروں سے لڑائی جھگڑے کا آغاز کر دیا اور عیسائیوں نے ان پر مذہبی تشدد بھی کیا۔ Oda Nobunaga کی وفات کے بعد Toyotomi Hideyoshi حکمران بنے اور انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ پر پابندی لگا کر سخت سزائیں دیں۔

جاپان میں یہ مذہبی پابندیاں 18ویں صدی تک برقرار رہیں۔ شہنشاہ میجی (1868~1912) کے دور میں جاپان میں مذہبی آزادی نصیب ہوئی اس کی بظاہر وجہ یہ تھی کہ جرمنی کا اتحادی ہونے کی وجہ سے تجارتی لین دین کا آغاز ہوا اور جرمنی سے آنے والے عیسائی پادریوں کو تبلیغ کی اجازت دی گئی ۔ لیکن 1889ء میں جاپانی قوانین میں ترمیم کے بعد ملکی سطح پر ہر مذہب کو آزادی دیدی گئی۔ اس وقت بے پناہ کوششوں اور ہزاروں چرچ تعمیر کرنے کے بعد بھی جاپان میں عیسائی کل آبادی کا 0.8 فیصد ہے۔

اس وقت جاپان میں 9330 عیسائی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ آفیشل چرچز کی تعداد 8 ہزار سے زائد ہے جبکہ 16 ہزار سے زائد پادری مصروف عمل ہیں لیکن عیسائیت ہمیشہ اس بات پر افسوس کرتی ہے کہ بے پناہ کاوشوں کے باوجود بھی وہ سوائے چند کے جاپانیوں میں سے ایسے عیسائی پیدا نہیں کر سکے جو عیسائیت کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں اور دیگر جاپانیوں کو عیسائیت کی طرف راغب کر سکیں۔

اسلام

بیسویں صدی کے آغاز میں پہلے مسلمان سیّاح علی احمد جرجاوی جریدہ الارشاد جاپان پہنچے انہوں نے اپنی کتاب ''الرحلۃ الیابانیۃ'' میں لکھا ہے کہ مشہور چینی مسلمان سیّد سلیمان کے ہمراہ وہ ٹوکیو گئے اور ہندوستان کے ایک عالم سے ملکر تینوں نے اسلام پر تقریروں کا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں بہت سے جاپانیوں نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت جاپان میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے جن میں سے دس ہزار سے زائد پاکستانی ہیں۔

جاپانی قوم تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے ہماری ذمہ داریاں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جاپان میں تبلیغ اسلام کا خیال وسط 1902ء میں اُس وقت آیا جب پریس میں یہ خبریں شائع ہوئیں کہ جاپان میں ایک مذاہب عالم کانفرنس کا انعقاد زیرِ غور ہے۔ اور جاپانی اسلام کی طرف راغب ہیں۔ حضور نے فرمایا:

''اگر خدا چاہے گا تو اس ملک میں طالب اسلام پیدا کر دے گا'' (الحکم 31 اگست 1905ء صفحہ 6)

جاپانیوں کو تبلیغ کرنے کا طریق سکھاتے ہوئے ایک موقع پر حضور نے فرمایا:

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

مسجد آزوہوئے کدا (Azohoue cada) الاڈاریجن (بینن۔مغربی افریقہ) کے افتتاح کی مبارک تقریب۔
غیر احمدی اور غیر مسلم معززین کی طرف سے مسجد کی تعمیر پر نیک تأثرات

(رپورٹ: انصر عباس۔مبلغ سلسلہ بینن)

17 جنوری 2014ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ بینن کو الاڈاریجن کی جماعت آزوہوئے کدا میں مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی۔ الحمدللہ

افتتاح کی تقریب میں کل 265 افراد شامل ہوئے ان میں الاڈاریجن کی دیگر 15 جماعتوں سے بھی احمدی احباب شریک ہوئے اس کے علاوہ تین بادشاہ، دو چیف ویلیج، دو ودوں (Vodoun) کے چیف، Avengelique چرچ کا پادری، دو غیر احمدی امام، ہمارے لوکل اور مرکزی مبلغ اور مکرم رانا فاروق احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ بینن اور ان کا وفد شامل تھے۔

تلاوت قرآن کریم کے بعد ہمارے ایک احمدی بادشاہ مکرم داؤدہ جاموسو نے مہمانوں کا تعارف کروایا اور ان کو باری باری اظہار خیال کے لئے اسٹیج پر بلایا۔

☆ وہاں کے غیر احمدی امام نے کہا کہ ”جماعت احمدیہ نے یہاں مسجد بنا کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ اسلام کی تبلیغ کریں تا کہ اسلام کا غلبہ ہو۔ جماعت احمدیہ کی خدمتِ اسلام قابل رشک ہے میں ہمیشہ جماعت احمدیہ کے لئے دعا گو رہوں گا کہ ان کو بہت زیادہ ترقیات نصیب ہوں“۔ بعد میں اس نے دوسرے غیر احمدی امام کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ نماز جمعہ بھی ادا کی۔

☆ چرچ کے پادری نے کہا کہ ”اس کا خیال تھا کہ مسلمان لوگوں کو قتل کر کے ان کے خون کے پیسے لیتے ہیں لیکن جب جماعت احمدیہ کی طرف سے مسجد کے افتتاح کا دعوت نامہ ملا تو حیرت میں پڑ گیا کہ یہ کون سا اسلام آ گیا ہے جو عیسائیوں کو اپنے مذہبی پروگراموں میں مدعو کر رہا ہے۔ آج وہ اس لئے یہاں نہ آیا تھا کہ وہ مسلمانوں سے محبت کرتا ہے بلکہ یہ دیکھنے آیا تھا کہ حقیقت کیا ہے۔ جب یہاں پہنچا تو دیکھا کہ صرف عیسائی ہی نہیں بلکہ مختلف مذاہب اکھٹے ہیں تو اس کی اسلام کے خلاف تمام نفرتیں محبت میں بدل گئی“۔ پادری صاحب نے کہا کہ ”حقیقت بھی یہی ہے کہ میں نے آج تک کسی اور مذہب میں ایسی محبت اور امن کی تعلیم نہیں پائی۔ اللہ کرے کہ یہ مسجد ہمیشہ کے لئے امن اور محبت اور بھائی چارہ کا گہوارہ بن جائے اور جماعت احمدیہ کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے“۔

گاؤں کے چیف نے کہا ”میرے گاؤں میں تمام مذاہب کی عبادتگاہیں ہیں لیکن جماعت احمدیہ کی مسجد نے ایک نئے کلچر کی بنیاد رکھ دی ہے۔ جماعت احمدیہ کے امن اور محبت کے پیغام نے دوسرے مذاہب کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور آج پہلی دفعہ سارے مذاہب کو اکٹھا دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ نے ہمیں آج نئی مسجد نہیں بلکہ ہمیں نئی زندگی دی ہے۔ دوسرے مذاہب کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے“۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْ مُسْلِمِيْنَ۔ (بسا اوقات کافر بھی چاہتے ہیں کہ کاش وہ مسلمان ہوتے)۔ اس علاقے کے مئیر کا نمائندہ جو سارے پروگرام میں شریک ہوا آخر پر ہمارے وہاں کے صدر جماعت کو کہنے لگا کہ نظام جماعت احمدیہ اور عہدیداران کی اپنے ممبران جماعت سے محبت نے رنگ و نسل کی تفریق کو مٹا ڈالا ہے۔ جب عہدیداران نے تمام لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا تو بار بار اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی رہی کہ کاش وہ بھی احمدی ہوتا۔

مکرم امیر صاحب نے مہمانان کرام کا شکریہ ادا کیا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ خطبہ میں امیر صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق خدا اور توکل علی اللہ کے واقعات بیان کئے۔ محترم امیر صاحب نے بتایا کہ اس مسجد کی برکات تبھی حاصل ہو سکتی ہیں جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عبادت الٰہی کا حق ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

نماز جمعہ کے بعد مہمانوں کو کھانا پیش کیا گیا۔

محترم چوہدری ارشد بیگ صاحب (مرحوم)

(ریاض منصور اہلیہ منصور احمد صاحب ناصر (واقف زندگی) لائبیریا)

اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ کے تحت مَیں آج اپنے بہت پیارے ابّا جی محترم چوہدری ارشد بیگ صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر، صدر جماعت احمدیہ چک 366/W.B ضلع لودھراں کا ذکر خیر کرنا چاہتی ہوں۔

آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تہجد گزار اور خلافت احمدیہ سے بے انتہا محبت کرنے والے، نڈر، بے باک اور سچائی کی خاطر ڈٹ جانے والے انسان تھے۔ آپ کا ایمان تھا کہ اگر انسان کا دل صاف ہے اور نیت نیک ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کا ساتھ دے گا۔

آپ ہائی سکول میں سینئر ہیڈ ماسٹر تھے اور اسی عہدے سے 19 ویں گریڈ میں ریٹائر ہوئے۔ آپ سکول سٹاف میں واحد احمدی ٹیچر تھے اور بہت زیادہ مخالفت ہونے کے باوجود بڑے رعب اور دبدبے سے ملازمت کا سارا عرصہ گزارا اور کبھی بھی مخالفین کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔ سٹاف کے ایک سینئر ٹیچر جو کہ ابا جی کے استاد بھی رہ چکے تھے مگر احمدیت کے سخت مخالف تھے اور بڑھتے بڑھتے دشمن کا روپ اختیار کر گئے تھے۔ انہوں نے اپنا سیاسی اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے احمدیت کی مخالفت اور ذاتی عناد میں آپ کا تبادلہ دور دراز کے سکول میں کروا دیا۔ مگر آپ نے اس سکول میں جانے سے صاف انکار کر دیا تا دشمنان احمدیت اپنی فتح کے نقّارے نہ بجاتے پھریں۔ چنانچہ مقدمہ بازی شروع ہوگئی۔ ابا جی سچ کی خاطر ڈٹ گئے۔ آپ نے ہم سب بچوں کو بھی دعا کی خاص تاکید کی۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ ہم بہت توجہ اور باقاعدگی سے ابا جی کی کامیابی کے لیے دعا کرتے تھے۔ بالآخر خدائے غیّور نے جو اپنے پیارے مسیح و مہدیؑ کے لیے بے انتہا غیرت رکھتا ہے اور اس اپنے پیارے کے صدقے اس کے ادنیٰ غلاموں کو بھی ان کے دشمنوں کے مقابل پر شرمندہ نہیں ہونے دیتا، ہمارے ابا جی کو مقدمے میں فتح نصیب فرمائی اور ان کا تبادلہ رُک گیا۔ الحمدللہ

اس معاندِ احمدیت کا انجام بھی بہت عبرتناک ہوا۔ ساری عمر جس اولاد کو پال پوس کر بڑا کیا اور انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائی، کوئی ڈاکٹر بنا تو کوئی انجینئر اور کوئی پروفیسر۔ بڑھاپے کا سہارا تو انہوں نے کیا بننا تھا، آخری عمر میں جب اس پر فالج کا حملہ ہوا اور ہر طرح سے محتاج ہوگیا تو اس کی اولاد سے اپنے گھر میں یہ بوجھ برداشت نہ ہوا اور اسے اٹھا کر نوکروں کے پاس ڈیرے پر ڈال آئے۔ چنانچہ اپنی زندگی کے آخری چند سال اسی کسمپرسی کی حالت میں گزار کر بالآخر نہایت حسرت کے ساتھ اس دارِفانی سے رُخصت ہوگیا اور اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کی صداقت پر مہر ثبت کر گیا۔

پیارے ابا جی گاؤں کے نمبردار بھی تھے۔ باوجود انتہائی جماعتی مخالفت کے لوگ ان کی سچائی اور ایمانداری کی تعریف کیا کرتے تھے۔ میرے میاں جو کہ میرے چچازاد ہیں کہتے ہیں کہ میری طالبعلمی کے دور میں ایک دفعہ تایا جی اپنے سکول کے لیے کتابیں اور دیگر سٹیشنری خریدنے لاہور آئے۔ مَیں بھی ان کے ساتھ تھا۔ تایا جی نے کافی تعداد میں کتابیں اور سٹیشنری خریدی۔ ادائیگی کے وقت دکاندار نے کہا کہ میں آپکو اصل قیمت کی رسید کاٹ دیتا ہوں۔ اتنے پرسنٹ آپ کا کمیشن ہے وہ آپ رکھ لیں اور بقیہ رقم کی ادائیگی کر دیں۔ مگر تایا جی نے کمیشن لینے سے صاف انکار کر دیا۔ دُکاندار جو کہ لمبی داڑھی والا مولوی تھا، اس نے ہر چند سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ کمیشن ہم اپنی خوشی سے دیتے ہیں اور ہر کوئی لیتا ہے۔ اس کے بے حد اصرار کے باوجود تایا جی اپنی بات پر اڑے رہے کہ میں نے جتنی رقم ادا کی ہے رسید بھی اتنی ہی رقم کی چاہیے۔ بالآخر دکاندار کو ہی ہار ماننا پڑی اور تایا جی نے اصل ادائیگی کے مطابق رسید کٹوائی اور اپنا کمیشن لینے کی بجائے وہ فائدہ سکول کو پہنچایا۔

ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سات بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ اگرچہ ابا جی کو اپنی ساری اولاد بیحد پیاری تھی لیکن مَیں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے ہمیشہ بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی اور ہمیں بہت لاڈ پیار سے پالا۔

میں نے جب بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی میں ایم ایس سی میں داخلہ لیا تو مجھے بلا کر کہا کہ بیٹا یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران نقاب کبھی نہ چھوڑنا۔ میں نے اپنے پیارے ابا جی کے حکم کا ہمیشہ پاس کیا اور لڑکیوں کے بے حد اصرار پر بھی نقاب کبھی نہ چھوڑا۔ میں اپنی کلاس میں واحد لڑکی تھی جو نقاب کرتی تھی اس وجہ سے میرے کلاس فیلوز (لڑکے اور لڑکیاں) میرا بہت احترام کرتے تھے۔ ابا جی نے میرا رشتہ خود تجویز کیا اور بہت خوش تھے کہ میری بیٹی واقفِ زندگی کے ساتھ بیاہی گئی ہے۔

میرے ابا جی انگلش ٹیچر تھے۔ بہت محنت اور لگن سے پڑھاتے تھے۔ سکول ٹائم کے بعد ایکسٹرا کلاسیں لیتے تھے لیکن ساری عمر ایک پیسہ ٹیوشن کا نہیں لیا۔ ان کے شاگرد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور ان کی دل سے قدر کرتے ہیں۔

ابا جی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے رمضان کے مہینے میں ابا جی سے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ آپکی نظریں دروازے پر لگی رہتی ہیں کہ کوئی سائل آئے تو میں اس کو کچھ نہ کچھ دوں۔ تو کہنے لگے آپ کو نہیں پتہ کہ ہمارے پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تیز آندھی کی طرح خیرات کیا کرتے تھے۔

ابا جی بتایا کرتے تھے کہ انہوں نے قرآن کریم کسی سے سبقاً نہیں پڑھا بلکہ عربی لازمی مضمون ہونے کی وجہ سے تعلیم کے دوران خود قرآن کریم پڑھا۔ بہت خوش الحانی سے روزانہ نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ بچپن میں میری آنکھ اکثر ان کی تلاوت کی آواز سے کھلتی تھی۔

خلافت سے آپ کو بے انتہا محبت تھی۔ اکثر کہتے تھے کہ میں نے چار خلفاء کا دور دیکھا ہے اور جماعت احمدیہ ایک صدی سے دوسری صدی میں قدم رکھ چکی ہے۔ ایک انسان کو اَور کیا چاہیے۔ اکثر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقاریر کا آنکھوں دیکھا حال سنایا کرتے تھے۔

پیارے ابا جی 17/فروری 2008ء کو ملتان کے ہسپتال میں وفات پا گئے۔ انّاللّٰه و انّاالَيهِ رَاجِعُوْن۔ اس وقت میں لائبیریا میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے حوصلہ عطا فرمایا اور اس عظیم صدمے کو برداشت کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائی۔ ابا جی سے میری آخری ملاقات 2006ء میں ہوئی جب ہم رخصت پر پاکستان گئے تھے۔ میرے ابا جی نے میرے بڑے دو بچے بیٹا اور بیٹی دیکھے تھے۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے میرے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے جو سب اللہ کے فضل و کرم سے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔

قارئین سے درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہمارے بچوں کو اور آئندہ نسلوں کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

صبر کی حقیقت

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم خوف، جوع، نقصان مال و جان و پھل کے ذریعے تمہارے اندرونی صفات کو ظاہر کریں گے اور صابروں کو بشارت دے جن کا یہ حال ہے کہ جب انہیں مصیبت پہنچے تو وہ حال و قال سے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لَوٹ کر جانے والے ہیں۔

صبر کی مختصر حقیقت یہ ہے کہ انسان ہر ایک نیکی اور نیک بات پر جما رہے۔ بدی سے رُکا رہے۔ گویا صبر تمام نیکیوں کا جامع ہے۔ مشکل کے وقت بدی سے بچنا یہی تو صبر ہے۔ شہوت میں عفّت۔ غضب کے وقت حِلم۔ حرص کے مقابل میں قناعت، وقار، استقلال، ہمّت، عزم پر کار فرما رہنا۔ شرع و عقلِ سلیم کی مخالفت نہ کرنی۔ یہ سب صبر ہے“۔

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 274)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب شہید

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 15؍جولائی 2010ء میں مکرمہ ق۔ع۔ ہاشمی صاحبہ نے اپنے والد مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب کا ذکرخیر کیا ہے جو28 مئی 2010ء کوسانحہ دارالذکر لاہور میں شہید ہوگئے تھے۔

مکرم سید محمد منیر شاہ ہاشمی صاحب کے سب سے بڑے فرزند مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب 1932ء میں صوبہ سرحد کے شہر ٹوپی میں پیدا ہوئے۔آپ کے دادا سید شاہ دین صاحب ہاشمی ماہلپور ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے اور اپنے علاقہ کے نمبردار و جاگیردار تھے۔آپ کے والد اُس وقت ایبٹ آباد میں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر تھے اور اپنے علاقہ کے صدر جماعت بھی تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم سناتن دھرم ہائی سکول سے حاصل کی اور 1951ء میں مسلم ہائی سکول راولپنڈی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔آپ کے رجحان کو دیکھتے ہوئے آپ کے والد نے آپ کو سول انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے ’’گورنمنٹ سکول آف انجینئرنگ رسول‘‘ بھیج دیا جہاں سے 1957ء میں آپ نے اعلیٰ نمبروں میں ڈگری حاصل کی۔

آپ کو ملٹری لینڈ اینڈ کنٹونمنٹ میں بطور انجینئر اُس وقت ملازمت کی آفر ہوئی جبکہ آپ کو ابھی ڈگری بھی نہ ملی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے کیرئیر کا آغاز کیا اور 1992ء میں پورے اعزاز کے ساتھ راولپنڈی کینٹ سے ریٹائر ہوئے۔ دوران سروس جہاں بھی تعینات ہوئے مقامی جماعت کے لئے مفید وجود بن کر رہے۔ ملتان کے امیر جماعت مکرم ملک عمر علی کھوکھر صاحب کی کوٹھی کے ساتھ نماز سینٹر کا نقشہ منظور کروا کر آپ نے تعمیر کروایا۔ 1974ء میں ایبٹ آباد میں فسادات کے دوران آپ کے گھر کو جلانے کی کوشش کی گئی،مگر خدا تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔آپ فطرتاً دلیر اور جرأتمند تھے۔فٹ بال کے بہترین کھلاڑی اور ضلعی سطح کے ریفری رہے۔ہومیوپیتھی کی بھی پریکٹس کرتے رہے۔بعض اخبارات میں کالم لکھے۔ریڈیو پاکستان پشاور پر کچھ عرصہ خبریں بھی پڑھیں ۔ اردو ، پنجابی ، انگریزی اور پشتو زبان پر عبور حاصل تھا۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔1957ء میں آپ کی پہلی شادی آپ کی پھوپھی زاد سے ہوئی۔اولاد کی نعمت سے محروم اپنی اہلیہ کے مجبور کرنے پر 1974ء میں آپ نے دوسری شادی کرلی جس سے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔ بیٹیوں کی بہت اچھی تربیت آپ نے کی۔اپنی زندگی میں صرف بڑی بیٹی کی شادی ہی کرسکے تھے۔آپ نے دونوں بیویوں کے حقوق ہمیشہ انصاف سے نبھائے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے 16 سال تک اپنی مقامی جماعت کے صدر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔آپ انتہائی مہمان نواز ،ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔کمزوری صحت کے باعث صدارت سے معذوری ظاہر کرنے کے باوجود ہر جماعتی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ خلافت سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔MTA سے ہر خطبہ جمعہ نہ صرف خود Live دیکھتے بلکہ بڑے اہتمام سے گھر والوں کو بھی شامل کرتے۔28 مئی 2010ء کو کمزوریٔ صحت کے باوجود بڑی بشاشت کے ساتھ نئے کپڑے پہن کر نماز جمعہ کے لئے تیار ہوئے اور صدر حلقہ کو اطلاع دی کہ نماز جمعہ کے بعد وہ آپ سے امانت کی رقم وصول کرلیں۔ لیکن نماز سے قبل ہی دارالذکر کے سانحہ میں آپ کو تین گولیاں لگیں اور آپ خالق حقیقی سے جاملے۔آپ کے پاس موجود رقم میں بھی گولی کا سوراخ موجود تھا۔ یہ امانت اسی طرح جماعت کو دے دی گئی۔

آپ کی شہادت پر کثرت سے غیراز جماعت افراد نے گھر آکر افسوس کا اظہار کیا۔ آپ کے پسماندگان میں بیوہ محترمہ مبشرہ ناز ہاشمی صاحبہ اور تین بیٹیوں کے علاوہ پانچ بھائی اور ایک بہن شامل ہیں۔

مکرم محمد انور سراء صاحب شہید
(خادم مسجد بیت النور لاہور)

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 29؍جولائی 2010ء میں مکرم محمد فہیم ملک صاحب ایڈووکیٹ نے 28 مئی کے سانحہ میں شہادت کی سعادت پانے والے مسجد بیت النور لاہور کے خادم مکرم محمد انور سراء صاحب کا ذکرخیر کیا ہے۔

مسجد بیت النور میں داخل ہونے والے دہشتگردوں کے لئے مکرم محمد انور صاحب پہلی رکاوٹ ثابت ہوئے۔ انہوں نے ایک دہشتگرد کو بیت النور میں داخلے کے وقت زخمی کیا۔ چونکہ اس کے لئے انہیں اپنی پناہ گاہ سے باہر آنا پڑا اس لئے ایک دوسرے دہشتگرد نے انہیں اپنی گولیوں کا نشانہ بنادیا۔

مکرم محمد انور شہید خلافت احمدیہ اور جماعت سے بے حد محبت کرنے والا انسان تھا۔ رمضان کے ایام میں معتکفین کی ہر خدمت کے لئے تیار رہتا۔تہجد گزار، نماز و روزہ کا پابند تھا۔ ہر احمدی کا احترام کرتا تھا۔مسجد بیت النور کو صاف ستھرا رکھنا پسند کرتا تھا۔اپنی ڈیوٹی کے علاوہ جو احمدی بہن بھائی اسے کوئی کام کہتے ،کبھی ہم نے اُسے ’نہ‘ کہتے نہیں سنا۔ ہر احمدی جو مسجد کسی کام سے آیا وہ اس کے اخلاق کا گرویدہ ہوکر گیا۔

مکرم محمد انور شہید نے ایک بار خاکسار کو بتایا کہ جب وہ فوج میں تھا تو ایک دفعہ اس کا پاؤں ایک بارودی مائین پر آ گیا جس کی وجہ سے اس کا بوٹ اتر گیا مگر پاؤں بالکل محفوظ رہا۔ دوسری دفعہ جب وہ ڈیوٹی پر تھا اور اس کے چند ساتھی بھی اس کے ساتھ تھے آسمانی بجلی گری۔اس کے ساتھیوں کا نقصان ہوا مگر یہ بالکل محفوظ رہا۔ وہ کہتا تھا کہ میرے ساتھی کہا کرتے تھے کہ یہ عجیب آدمی ہے اس پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔ آج میں سوچتا ہوں کہ خداوند کریم نے اسے 28 مئی 2010ء کا ہیرو بنانے کے لئے زندہ رکھا ہوا تھا۔

شہید مرحوم کے بوڑھے والد جب بھی اس کے پاس آتے مَیں نے ہمیشہ ان کا بہت ادب اور احترام کرتے ہوئے دیکھا۔

محمد انور شہید کا بڑا بیٹا عطاء الحیٔ جو 28 مئی 2010ء کو ڈیوٹی دے رہا تھا، وہ بھی فائرنگ سے زخمی ہوا۔اللہ تعالیٰ اُسے لمبی زندگی عطا کرے۔

مکرم ڈاکٹر نجم الحسن صاحب شہید

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 18؍اگست 2010ء میں مکرم ڈاکٹر نجم الحسن صاحب (چائلڈ سپیشلسٹ) ابن مکرم فخرالحسن صاحب آف اورنگی ٹاؤن کراچی کی شہادت کی خبر شائع ہوئی ہے۔

مکرم ڈاکٹر نجم الحسن صاحب کو 16 اور 17؍ اگست 2010ء کی درمیانی شب تقریباً سوا بارہ بجے فائرنگ کرکے صرف 39 سال کی عمر میں شہید کردیا گیا۔آپ 1971ء میں ڈھاکہ بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے۔میٹرک 1987ء میں اورنگی ٹاؤن کراچی سے، ایف ایس سی پری میڈیکل 1989ء میں کراچی بورڈ آف انٹرمیڈیٹ سے اور ایم بی بی ایس سندھ میڈیکل کالج کراچی سے کیا۔ جناح میڈیکل یونیورسٹی ہسپتال میں ہاؤس جاب کے بعد بطور RMO سروس کی اور ساتھ ساتھ مزید تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ 1999ء میں FCPS مکمل کرنے کے بعد سے تاوقت وفات ڈاؤ میڈیکل یونیورسٹی آف سائنسز میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر خدمات بجالارہے تھے۔مرحوم اورنگی ٹاؤن میں طویل عرصہ سے اپنا پرائیویٹ کلینک چلارہے تھے۔وقوعہ کے روز مکرم ڈاکٹر صاحب کلینک بند کرکے گھر جانے کے لئے گاڑی میں سوار ہوئے ہی تھے کہ واقعہ پیش آگیا۔ شہید مرحوم نے اپنے پسماندگان میں اپنی اہلیہ محترمہ احمدی بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔تینوں بچے وقف نو کی تحریک میں شامل ہیں۔

مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب شہید

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 23؍اگست 2010ء میں سلسلہ کے دیرینہ خادم مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب کی شہادت کی خبر شائع ہوئی ہے۔

محترم پیر حبیب الرحمٰن صاحب کو سانگھڑ میں 19؍اگست 2010ء کی صبح قریباً گیارہ بجے دو نقاب پوش موٹر سائیکل سواروں نے گولی ماردی جس کی وجہ سے آپ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ یہ حملہ اُس وقت کیا گیا جب آپ اپنی زرعی زمینوں کی طرف جارہے تھے اور راستے میں ایک موڑ پر کار کی رفتار آہستہ ہوئی تھی۔ شہید مرحوم کی میت اگلے روز ربوہ لائی گئی اور عام قبرستان میں امانتاً تدفین ہوئی۔شہادت کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی۔

محترم پیر صاحب نہایت مخلص اور جماعت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے۔مجلس خدام الاحمدیہ میں قائد سانگھڑ شہر اور قائد ضلع سانگھڑ کے طور پر نیز مقامی جماعت کے سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔1990ء میں بچوں سمیت امریکہ شفٹ ہوگئے اور وہاں آپ کو جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ ’الاسلام‘ میں خدمت کی غیرمعمولی توفیق ملتی رہی۔ آپ اس کے ابتدائی کارکنان میں سے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے خطبات اور جماعت احمدیہ کے کئی بہت سے اخبارات و جرائد نیز جماعتی اداروں کی کتب کو مرکزی ویب سائٹ پر مہیا کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

مئی 2006ء میں جب آپ کے بھائی مکرم ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب کو شہید کردیا گیا تو آپ بوڑھے والد کی خدمت کے لئے امریکہ سے سانگھڑ شفٹ ہوگئے اور مرحوم بھائی کی بیوہ ڈاکٹر نعیمہ صاحبہ سے شادی کرکے مرحوم بھائی کے بچوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔

مکرم پیر حبیب الرحمٰن صاحب کا آبائی تعلق ضلع گجرات سے ہے۔آپ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے دادا کے بھائی حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحبؓ کے ذریعہ ہوا۔پھر آپ کے دادا حضرت پیر برکت علی صاحبؓ نے بھی بیعت کرلی اور پھر دیگر دو بھائی بھی 1901ء تک احمدیت میں شامل ہوگئے۔ 1912ء میں آپ کے خاندان نے سندھ میں زمین خریدی اور پھر سندھ میں شفٹ ہوگئے۔

مکرم حبیب الرحمٰن صاحب کی پیدائش 1950ء میں سانگھڑ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سانگھڑ سے ہی حاصل کی جبکہ بی اے ربوہ سے کیا۔آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔نمازوں کے پابند اور چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے اور خلافت کے ساتھ انتہائی محبت رکھنے والے، ہر ایک کا دُکھ درد بانٹنے والے اور ضرورت کے وقت دوسروں کے کام آنے والے انسان تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکرخیر 20؍اگست 2010ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا اور بعد میں نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

شہید مرحوم کے پسماندگان میں بوڑھے والد مکرم پیر فضل الرحمٰن صاحب (عمر 91 سال) کے علاوہ دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔علاوہ ازیں آپ کی پہلی بیوی مکرمہ رقیہ بیگم صاحبہ وفات پاچکی ہیں۔جبکہ ان سے آپ کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں اس وقت امریکہ میں مقیم ہیں۔ اسی طرح آپ کی دوسری اہلیہ ڈاکٹر نعیمہ صاحبہ اور ان سے آپ کے بھائی ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب کے دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 21؍جولائی 2010ء میں ایک پرانی اشاعت سے مکرم محمد شفیع اشرف صاحب کا کلام شائع ہوا ہے۔اس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

ثبوت دے دیا عشّاق نے محبت کا
نصیب ہو گیا رُتبہ انہیں شہادت کا
کٹا دیئے رہِ حق میں انہوں نے سر اپنے
نگوں نہ ہونے دیا سر مگر صداقت کا
ہزار وار سہے جسم و جاں پہ اِک اِک نے
ہدف وہ بن گئے ہر قسم کی شقاوت کا
نثار کر دی ہر اِک چیز پاس تھی جو بھی
کیا دریغ نہ کچھ جان و مال و عزت کا
خدا قبول کرے جاں نثاریاں ان کی
ہمیشہ سایہ ہو ان پر خدا کی رحمت کا

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
March 21, 2014 – March 27, 2014

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday March 21, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:55 Yassarnal Qur'an
01:15 Huzoor's Reception In Bait-ur-Rahman Mosque: Recorded on May 18, 2013 in Canada.
02:45 Japanese Service
03:00 Tarjamatul Qur'an Class: Recorded on March 18, 1997.
04:15 Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham: An Urdu discussion about the teachings of Hazrat Isa (as).
04:50 Liqa Ma'al Arab: Session no. 55.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Qur'an
06:50 Interview Of Huzoor: An exclusive coverage of Huzoor's interview with CBC in Canada. Recorded on May 24, 2013.
07:15 History of Ahmadiyyat
07:40 Siraiki Service
08:25 Rah-e-Huda
10:00 Indonesian Service
11:00 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il: A discussion programme on issues related to Islamic jurisprudence.
11:40 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an.
12:05 Seerat-un-Nabi
12:30 Dars-e-Hadith
13:00 Live Friday Sermon
14:15 Yassarnal Qur'an
14:35 Shotter Shondhane: A repeat of a live interactive discussion programme in Bengali.
15:55 Islami Mahino Ka Ta'aruf: A series of programmes about the Islamic calendar.
16:20 Friday Sermon [R]
17:30 Yassarnal Qur'an
18:00 World News
18:20 Interview Of Huzoor [R]
18:45 History of Ahmadiyyat
19:20 Real Talk: A talk show series discussing social issues affecting today's youth.
20:20 Deeni-o-Fiqa'hi Masa'il
21:00 Friday Sermon [R]
22:20 Rah-e-Huda

Saturday March 22, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Qur'an
01:05 Interview Of Huzoor [R]
01:30 History of Ahmadiyyat
02:10 Friday Sermon: Recorded on March 21, 2014.
03:20 Rah-e-Huda
04:55 Liqa Ma'al Arab: Session no. 56.
06:00 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
06:30 Al-Tarteel: An English programme teaching the correct pronunciation of the Holy Quran.
07:00 Jalsa Salana Qadian Address: Recorded on December 28, 2011.
08:00 International Jama'at News
08:30 Story Time
08:55 Question And Answer Session: Recorded on December 8, 1996.
09:45 Indonesian Service
10:45 Friday Sermon: Recorded on March 21, 2014.
12:05 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an.
12:30 Al-Tarteel
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: Live poem request programme.
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Spotlight
16:00 Jalsa Salana Qadian Address [R]
17:00 Live Arabic Service
19:05 Al-Tarteel
19:30 Faith Matters: A contemporary and informative English question and answer programme exploring various matters relating to faith and religion.
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda
22:35 Story Time:
22:55 Friday Sermon [R]

Sunday March 23, 2014

00:10 World News
00:30 Tilawat & Dars-e-Malfoozat
01:00 Al-Tarteel
01:25 Jalsa Salana Qadian Address: Recorded on December 28, 2011.
02:30 Story Time
02:50 Friday Sermon: Recorded on March 21, 2014.
04:00 Spotlight
04:50 Liqa Ma'al Arab: Session no. 57.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Qur'an
06:55 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: Recorded on November 24, 2013.
08:00 Faith Matters
09:00 Question And Answer Session: Recorded on April 30, 1995.
10:00 Indonesian Service
10:55 Friday Sermon: Spanish Translation of Friday sermon delivered on August 17, 2012.
12:10 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:40 Yassarnal Qur'an
13:05 Friday Sermon: Recorded on March 21, 2014.
14:15 Shotter Shondhane: A repeat of a live interactive discussion programme in Bengali.
15:30 Childhood Of Hazrat Masih-e-Ma'ood (as)
16:00 Live Press Point: A live interactive programme exploring news stories from around the world relating to Islam and persecution.
17:00 Kids Time
17:30 Live Arabic Service
19:40 Pakistan National Assembly 1974
20:45 Roots To Branches: A discussion programme about the history of Jama'at Ahmadiyya.
21:10 The True Concept Of The Messiah: A short documentary discussing the true concept of the coming of the Messiah, Hazrat Isa (as).
21:30 Friday Sermon [R]
22:45 Question And Answer Session [R]

Monday March 24, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50 Yassarnal Qur'an
01:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: Recorded on November 24, 2013.
02:20 Roots To Branches
02:45 Friday Sermon: Recorded on March 21, 2014.
03:55 Real Talk: A talk show series discussing social issues affecting today's youth.
04:55 Liqa Ma'al Arab: Session no. 58.
06:00 Tilawat & Seerat-un-Nabi
06:35 Al-Tarteel: An English programme teaching the correct pronunciation of the Holy Quran.
07:00 Huzoor's Reception In Parliament: Recorded on June 11, 2013.
08:00 International Jama'at News
08:35 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on 29 December 1997.
10:00 Friday Sermon: Indonesian translation of Friday sermon delivered on January 3, 2014
11:15 Jalsa Salana Speeches
12:00 Tilawat & Seerat-un-Nabi
12:35 Rah-e-Huda
13:00 Friday Sermon: Recorded on May 30, 2008.
14:00 Bangla Shomprochar
15:05 Jalsa Salana Speeches
15:45 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
16:00 Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel
18:00 World News
18:20 Huzoor's Reception In Parliament [R]
19:30 Real Talk: A talk show series discussing social issues affecting today's youth.
20:30 Rah-e-Huda
22:05 Friday Sermon [R]
23:00 Jalsa Salana Speeches
23:35 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood

Tuesday March 25, 2014

00:00 World News
00:20 Tilawat & Seerat-un-Nabi
00:55 Al-Tarteel
01:20 Huzoor's Reception In Parliament: Recorded on June 11, 2013.
02:30 Kids Time
03:00 Friday Sermon: Recorded on May 30, 2008.
04:00 Aadab-e-Zindagi
04:55 Liqa Ma'al Arab: Session no. 59.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
06:30 Yassarnal Qur'an
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: Recorded on November 24, 2013.
08:00 Ahmadiyya Medical Association
08:30 MTA Travel
09:00 Question And Answer Session: Recorded on April 30, 1995.
10:00 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on December 13, 2013.
12:05 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:30 Yassarnal Qur'an
13:00 Real Talk
14:00 Bangla Shomprochar
15:00 Spanish Service
15:35 Ahmadiyya Medical Association
16:10 Braheen-e-Ahmadiyya
16:50 Let's Find Out
17:30 Yassarnal Qur'an
18:00 World News
18:20 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna [R]
19:30 Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on December 13, 2013.
20:30 MTA Travel
21:00 From Democracy To Extremism
22:00 Ahmadiyya Medical Association
22:35 Noor-e-Mustafwi
23:00 Question And Answer Session [R]

Wednesday March 26, 2014

00:00 World News
00:15 Tilawat & Dars-e-Hadith
00:50 Yassarnal Qur'an
01:15 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: Recorded on November 24, 2013.
02:15 Ahmadiyya Medical Association
02:50 Braheen-e-Ahmadiyya
03:20 MTA Travel
03:55 Let's Find Out
04:35 Noor-e-Mustafwi
04:55 Liqa Ma'al Arab: Session 60.
06:00 Tilawat: Recitation of the Holy Qur'an.
06:15 Al-Tarteel
06:40 Jalsa Salana Bangladesh Address: Recorded on February 5, 2012.
08:15 Real Talk: A talk show series discussing social issues affecting today's youth.
09:15 Question And Answer Session: Recorded on December 08, 1996.
10:05 Indonesian Service
11:05 Swahili Service
12:05 Tilawat & Dars
12:45 Al-Tarteel
13:15 Friday Sermon: Recorded on May 30, 2008.
14:15 Bangla Shomprochar
15:20 Deeni-o-Fiqahi Masail: A discussion programme on issues related to Islamic jurisprudence.
16:00 Kids Time
16:30 Faith Matters: A contemporary and informative English question and answer programme exploring various matters relating to faith and religion.
17:30 Al-Tarteel
18:00 World News
18:20 Jalsa Salana Bangladesh Address [R]
20:00 Real Talk
21:15 Deeni-o-Fiqahi Masail
22:00 Friday Sermon [R]
23:00 Intikhab-e-Sukhan

Thursday March 27, 2014

00:05 World News
00:20 Tilawat & Dars
01:00 Al-Tarteel
01:35 Jalsa Salana Bangladesh Address
03:10 Deeni-O-Fiqahi Masail
03:45 Faith Matters
04:55 Liqa Maal Arab: Session no.61.
06:35 Yassarnal Qur'an: A children's programme teaching the correct pronunciation of the Holy Qur'an.
07:00 Jalsa Salana Germany 2013: Recorded on June 29, 2013.
08:00 From Democracy To Extremism
09:00 Tarjamatul Qur'an Class: Recorded on April 2, 1997.
10:05 Indonesian Service
11:05 Pushto Muzakarah
12:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:35 Yassarnal Qur'an
12:55 Friday Sermon: Bengali translation of Friday sermon delivered on March 21, 2014.
14:00 Live Shotter Shondhane
16:00 Persian Service
16:35 Tarjamatul Qur'an Class [R]
17:40 Yassarnal Qur'an
18:00 World News
18:25 Jalsa Salana Germany 2013 [R]
19:10 Faith Matters
20:10 Hijrat
20:55 Tarjamatul Qur'an Class [R]
22:00 Hazrat Masih Nasiri Ka Asal Pegham
22:55 Beacon Of Truth

Please note MTA2 will be showing French & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 21 | Friday 14 March , 2014 | Issue No. 11

بقیہ رپورٹ: World Crisis & the Pathway to Peace کی تقسیم۔

از صفحہ نمبر 2

بعض قوانین پر بھی بات چیت ہوئی۔ مکرمہ وزیر موصوفہ نے جماعتی خدمات کو سراہا اور کہنے لگیں کہ ان کی حکومت اس وقت غیر ملکیوں کی مؤثر integration سے متعلق قانونی ڈرافٹ تیار کر رہی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطابات یقیناً اس پالیسی کی تیاری میں بھی معاون ثابت ہونگے اور ان کی وزارت انٹیگریشن کے حوالہ سے بھی ان خطابات سے استفادہ کرے گی۔

☆ ممبرانِ پارلیمنٹ وسیاسی قیادت کو کتاب کا تحفہ:

مالٹا کی نیشنل پارلیمنٹ کے ارکان، مالٹا کے ممبرانِ یورپی پارلیمنٹ، سیاسی قائدین، مالٹا کے سابق وزیراعظم مکرم Dr Lawrence Gonzi صاحب (عرصہ وزارتِ عظمیٰ 2004 تا 2013)، مالٹا کے سابق وزیراعظم مکرم Alfred Sant صاحب (عرصہ وزارت 1996-1998)، مالٹا کے سابق صدر وسابق وزیراعظم جن کا سیاسی سفر پچاس سال پر محیط ہے، مکرم Dr Eddi FenechAdami صاحب کو بھی یہ کتاب پیش کی گئی۔

☆ بک فیئر کے دوران اہم شخصیات کو کتاب کا تحفہ:

بعض اہم شخصیات کو سالانہ بک فیئر کے دوران اس کتاب کا تحفہ پیش کیا گیا۔ ان شخصیات میں وزیر تعلیم وروزگار مکرم Evarist Bartolo صاحب، لیڈر آف دی اپوزیشن مکرم Simon Busuttil صاحب، وزیر صحت مکرم Godfrey Magri صاحب، شیڈو منسٹر برائے ماحولیات و موسمی تبدیلی مکرم George Pullicino صاحب، فائنانس سیکرٹری مکرم Alfred Camilleri صاحب، سابق صدر مالٹا مکرم Dr. Ugo Mifsud صاحب، شیڈو وزیر تعلیم مکرم JoeCassar صاحب شامل ہیں۔

اسکے ساتھ ساتھ عوام الناس اور مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو بھی یہ کتاب مطالعہ کے لئے پیش کی اور بک فیئر کے دوران اس کتاب کے کل سات سو نسخے تقسیم کرنے کا موقع ملا۔ اسکے علاوہ ٹیلیفون اور ای میلز کے ذریعے موصول ہونے والی ڈیمانڈز کے مطابق لوگوں کو کتاب مہیا کی جارہی ہے۔

☆ مختلف ممالک کے سفراء کو کتاب کا تحفہ:

مالٹا میں غیر ملکی سفراء کو بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب ارسال کی گئی اور اسکے ساتھ ایک تعارفی خط بھی لکھا گیا۔ جن سفراء کو یہ کتاب ارسال کی گئی ان میں مالٹا میں روسی سفیر اور ان کے فرسٹ سیکرٹری، امریکی سفیر، آسٹریلوی سفیر، کینیڈین سفیر، جرمن سفیر اور فرانسیسی سفیر شامل ہیں۔

برٹش ہائی کمشنر مکرم Rob Luke صاحب کو ان کے دفتر میں ملاقات کر کے حضور انور کی کتاب پیش کی گئی اور انہیں جماعت کے برطانیہ کے ساتھ دیرینہ تعلقات سے متعلق بھی بتانے کا موقع ملا نیز برطانیہ میں جماعتی خدمات اور احمدیوں کی ملکی خدمات سے متعلق بتانے کا موقع ملا اسکے علاوہ مسلم ممالک میں قیام امن کے لئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ تجاویز بھی پیش کرنے کا موقع ملا۔

☆ یونیورسٹی آف مالٹا کے پروفیسرز و Deans کو کتاب کا تحفہ:

یونیورسٹی آف مالٹا کے مختلف شعبہ جات کے پروفیسر، لیکچرار اور مختلف شعبوں کے انچارج اور Faculties کے Deans کو بھی یہ کتاب مطالعہ کے لئے پیش کی گئی۔

(2) میڈیا کے توسط سے کتاب کی تشہیر اور لوگوں تک پیغام

خداتعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے اب تک اس کتاب کے حوالہ سے مختلف ٹی وی چینلز پر 6 انٹرویوز دیئے جاچکے ہیں یہ انٹرویوز 80 منٹ سے زائد دورانیہ پر مشتمل ہیں۔ ان انٹرویوز کے ذریعے اس کتاب کا پیغام وسیع پیمانے پر ملک میں پھیلا ہے۔ یہ انٹرویوز مختلف چینلز اور مختلف اوقات میں نشر ہوئے جس کے ذریعے ایک بڑی تعداد تک یہ پیغام پہنچا ہے۔ ان انٹرویوز کے توسط سے جماعت کی ویب سائیٹ سے متعلق بھی بتانے کا موقع ملتا رہا تا کہ جو لوگ آن لائن مطالعہ کرنا چاہیں وہ جماعتی ویب سائیٹ پر پڑھ کر سکتے ہیں اسی طرح اس کتاب کو فری ڈاؤن لوڈ کر کے بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح اخبارات کے لئے بھی انٹرویوز دیئے گئے اور اخبارات میں لکھے جانے والے مختلف مضامین میں بھی اس کتاب کا تذکرہ کیا جاتا رہا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کتاب سے متعارف ہو کر اس سے استفادہ کرسکیں۔ FoxNews.com پر شائع ہونے والے ایک مضمون Where is the Muslim Mandela? کے جواب میں لکھے جانے والے مضمون میں بھی اس کتاب کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ساتھ یہ بھی کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات میں مسلمانوں کے لئے ایک عظیم راہنماء موجود ہیں تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مردِ خدا کی آواز پر لبیک کہا جائے۔

☆ مالٹا کے نیشنل ٹیلیویژن پر انٹرویو:

مؤرخہ 25 ستمبر 2013 کو مالٹا کے نیشنل ٹیلیویژن پر انٹرویو نشر ہوا جس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصویر، کتاب کا ٹائٹل کور اور کتاب کے اندرونی صفحات کی تصاویر دکھائی گئیں۔ یہ انٹرویو ایک نہایت اہم پروگرام اور مالٹا کے ایک مشہور جرنلسٹ اور ٹی وی پریزینٹر مکرم John Bundy صاحب نے کیا۔ مکرم جان باندی صاحب کا شمار مالٹا میں ٹیلیویژن کے مشہور ترین میزبانوں میں ہوتا ہے۔ اس پروگرام کے توسط سے پیغام اور کتاب کی وسیع پیمانے پر تشہیر ہوئی۔ فالحمدللہ۔ ذلک فضل اللہ۔

مکرم میزبان نے اس پروگرام میں اسلام احمدیت سے متعلق مختلف سوالات کئے جس میں اسلامی شرعی قوانین، مذہبی آزادی، جماعت احمدیہ، مسلمانوں کی مغربی ممالک میں موجودگی اور مسلمان ممالک کی حالتِ زار سے متعلق سوالات بھی شامل تھے۔ نیز یہ کہ مسلمان ممالک میں ایسا کیوں ہورہا ہے؟ اس کتاب کا پیغام کیا ہے؟ امام جماعت احمدیہ دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟

پروگرام کے آخر پر میزبان نے جماعت احمدیہ کی قیام امن کے لئے کاوشوں اور خدمت انسانیت کو سراہا اور کہنے لگے: ”مجھے آج بہت مزہ آیا ہے۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ اس پروگرام میں تشریف لائے ہیں اور مجھے آپ سے بات کر کے نہایت خوشی ہوئی ہے اور میں دل کی گہرائیوں سے آپ کے ساتھ مصافحہ کرتا ہوں۔ کیونکہ میری زندگی میں آج پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ میں ایک ایسے شخص سے مل رہا ہوں جس کا اور میرا مذہب تو مختلف ہے مگر ہم بیان کردہ فلاسفی اور ان اُصولوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل ہم آہنگی اور مطابقت رکھتے ہیں۔ آپ مالٹا میں ہمیشہ نفع رسانی کے کام کرتے ہیں اور ہر سال سالانہ چیرٹی کے پروگراموں میں بھی شمولیت کرتے ہیں۔“

ایک مشہور مارننگ شو میں اس کتاب سے متعلق انٹرویو دیا جس میں میزبانوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس تجزیہ کو بہت سراہا کہ آج دنیا کے معاشی حالات جنگ عظیم دوئم کے حالات سے مماثلت رکھتے ہیں اور میزبان نے خاص طور پر اس حوالہ سے سوال بھی کئے۔ اسی طرح دنیا میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کتاب میں پیش کردہ صحیح اور اسلامی تعلیمات بھی گفتگو کا حصہ بنیں۔ اسی طرح مذہبی آزادی کے متعلق قرآنی تعلیمات سے متعلق اور بعض دوسرے مضامین پر روشنی ڈالنے کا موقع میسر آیا۔

مالٹا کے سب سے زیادہ پڑھے جانے والے اخبار ’دی ٹائمز‘ کی نمائندہ نے جماعتی لائبریری میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب کے حوالہ سے اور خاص طور پر حضور انور کے ’مسلمانوں کی مغربی ممالک میں integration‘ کے مضمون پر خطاب کے حوالہ سے انٹرویو کیا اور اخبار میں شائع ہوا اسی طرح انٹرویو کی ویڈیو اخبار کی ویب سائیٹ پر آن لائن کی گئی۔ اس اخبار کے پڑھنے والوں کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار سے زائد ہے۔

(3) لائبریریوں کو اس کتاب کا تحفہ:

مالٹا کی مختلف لائبریریوں اور سکولوں میں بھی یہ کتاب رکھوائی گئی ہے جس میں مالٹا کی سینٹرل لائبریری، یونیورسٹی آف مالٹا کی لائبریری، ہائیر سیکنڈری سکول کی لائبریری اور Mellieha شہر کی کاؤنسل کی لائبریری میں بھی اس کتاب کے نسخے رکھوائے گئے ہیں۔ یونیورسٹی کی لائبریری کی Entrance پر بھی اس کتاب کی چند کاپیاں رکھوائی گئی ہیں تا کہ لائبریری میں آنے والے اساتذہ و طلباء کی توجہ اس کتاب کی طرف مبذول ہوسکے۔ اس کے علاوہ ریفرنس بکس کے طور پر بھی اس کی انٹری کروائی گئی ہے اور باقاعدہ کیٹلاگ میں اس کتاب کا نام شامل کرلیا گیا ہے۔ مالٹا کی تمام لائبریریوں میں اس کتاب کو رکھوانے کے لئے کوشش جاری ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ مزید لائبریریوں میں بھی یہ کتاب رکھوادی جائے گی۔ انشاءاللہ

مالٹا کے ایک بڑے اور خوبصورت شہر Mellieha کے میئر اور کاؤنسلر کے ساتھ ان کے دفتر میں ملاقات کی اور انہیں یہ کتاب پیش کی اور اسلام احمدیت سے متعلق تفصیل سے بات ہوئی۔ شہر کی کاؤنسل کے رکن کاؤنسلر جوزف اطارد صاحب کے ساتھ ملاقات بک فیئر میں ہوئی تھی وہ کہنے لگے کہ جب مجھے آپ سے بات کرنے کا موقع ملا تو دل چاہا کہ آپ سے بات کرتا چلا جاؤں اور آپ کی باتیں سنتا جاؤں۔ آپ نے تو مجھ پر مسمریزم کردیا تھا اور آپ کی باتیں ایسی اچھی لگ رہی تھیں کہ چھوڑنے کو دل نہیں کررہا تھا اور آج بھی آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگ رہا ہے۔ آپ صرف کہتے ہی نہیں بلکہ ان اچھی باتوں اور اُصولوں پر عمل بھی کرتے ہیں۔ آپ باعمل مسلمان ہیں۔ آپ نے جو راہ اختیار کی ہے وہ بہت مشکل اور طویل ہے لیکن جس ہمت، جرات، عزم اور کامل یقین کے ساتھ آپ کام کررہے ہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا۔ وطن سے محبت اور وفاداری سے متعلق آپ کے اُصول یقیناً بہت اہم اور قابل قدر ہیں۔

(4) کتاب کی باقاعدہ رونمائی

مالٹا کے سالانہ بک فیئر کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب کے مالٹی ترجمہ Il-Krizi Dinjija u t-Triq ghall-Paci کی باقاعدہ رونمائی کی گئی اور جماعتی سٹال پر ایک بڑا roll-up بینر بھی آویزاں کیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک پینل ڈسکشن کا بھی اہتمام کیا گیا جو ہال میں موجود سپیکرز کے ذریعے مختلف حصوں میں سنی گئی اور افادۂ عام کے لئے اسے یوٹیوب پر بھی آن لائن کردیا گیا ہے۔

(5) مشہور بک شاپ پر کتاب کی دستیابی

مالٹا کے ایک مشہور بک شاپ جس کی مالٹا میں دس کے قریب شاخیں ہیں وہاں پر بھی یہ کتاب رکھوائی گئی ہے تا کہ جو لوگ یہ کتاب خریدنا چاہیں وہ باآسانی یہ کتاب خرید سکیں۔ اس بک شاپ نے اس کتاب کو نئی شائع ہونے والی کتب کے ساتھ نمایاں جگہ دی ہے۔

(6) جماعتی ویب سائیٹ اور سوشل میڈیا

افادۂ عام اور ٹیکنالوجی کے ذرائع کو تبلیغ اسلام احمدیت کے لئے استعمال کرنے کی غرض سے یہ کتاب جماعت احمدیہ مالٹا کی ویب سائیٹ، نیوز بلاگ اور سوشل میڈیا ٹویٹر اور فیس بک پر بھی ڈال دی گئی ہے اور لوگ اسے آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈ بھی کرسکتے ہیں۔

(7) سالانہ امن سمپوزیم 2014ء

خلیفہ وقت کی آواز کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے اور اس سے کثیر تعداد کو مستفیض کرنے کی غرض سے جماعت احمدیہ مالٹا نے امسال اپنی سالانہ منعقد ہونے والی امن سمپوزیم کا عنوان بھی اس کتاب کے حوالہ سے Contemporary World Crisis and the Way to Peace رکھا ہے جو کہ مؤرخہ 28 فروری بروز جمعۃ المبارک منعقد ہوگی۔ انشاءاللہ العزیز

قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو اپنے حضور قبول فرمائے۔ ان کے نیک ثمرات عطا فرمائے۔ ہماری جماعت کے اموال ونفوس میں برکت دے۔ اور برکات خلافت سے ہمیشہ فیضیاب فرماتا رہے۔ آمین

☆......☆......☆......☆